عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ لولاک ملتان

شمارہ: ۵ جلد: ۱۸ | جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مارچ 2014

Email: khatmenubuwwat@ymail.com

مسلسل اشاعت کے ۵۲ سال

حضور ﷺ قبل از نبوت

ادیانِ عالم ایک نظر میں

امت کو موقعہ دو

ملالہ یوسف زئی مغربی سامراج کا نیا مہرہ

قادیانی ایشو پر قومی اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ

فتنہ قادیانیت اور اسلامی اصطلاحات

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ۵ ○ جلد: ۱۸

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب

زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا عزیز الرحمن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
صاحبزادہ طارق محمودؒ

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوریؒ

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمن
مولانا عبدالرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفیٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: شکیل نو پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم

امن کو موقع دو — مولانا عبداللہ معتصم — 3

مقالات ومضامین

حضور ﷺ ...... قبل از نبوت — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی — 5

حضرت ثمامہ بن اثال حنفی — حافظ محمد انس — 9

سورۃ الفاتحہ ہر بیماری کی شفاء — مولانا محمد طارق نعمان — 12

بین المذاہب ہم آہنگی (قسط نمبر1) — شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق مدظلہ — 15

انڈیا میں ایک ہفتہ کا سفر (قسط نمبر2) — مولانا اللہ وسایا — 20

شخصیات

پروفیسر محمد الیاس برنی ؒ (قسط نمبر3) — ڈاکٹر مولانا عبدالحلیم چشتی — 36

خوش نصیب بھائی — مولانا محمد علی صدیقی — 41

ملالہ یوسف زئی مغربی سامراج کا نیا مہرہ — جناب محمد متین خالد — 43

رد قادیانیت

قادیانی ایشو پر قومی اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ — قاری محمد شاہ نقشبندی — 45

احتساب قادیانیت جلد 53 کا مقدمہ — مولانا اللہ وسایا — 48

فتنہ قادیانیت اور اسلامی اصطلاحات (قسط نمبر5) — مولانا شاہ عالم گورکھپوری — 53

متفرقات

تبصرہ کتب — ادارہ — 56

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

کلمۃ الیوم!

امن کو موقعہ دو!

طالبان کی مرکزی شوریٰ نے مذاکرات کی نگرانی کے لئے دس رکنی کمیٹی کا اعلان کر دیا ہے۔ ۲؍فروری ۲۰۱۴ء بروز اتوار کو بنائی گئی یہ کمیٹی ثالثی کمیٹیوں کی کارکردگی کی نگرانی کرے گی۔ تحریک طالبان کے ترجمان نے توقع ظاہر کی ہے کہ حکومت ماضی کی حکومتوں کی طرح مذاکرات کو جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال نہیں کرے گی۔ تحریک پوری سنجیدگی سے مذاکرات کرنا چاہتی ہے اور وہ اپنے عملداری والے علاقوں میں مذاکراتی ٹیم کو مکمل تحفظ اور سیکورٹی فراہم کرے گی۔ حکومتی فریق کی طرف سے بھی مذاکرات کے عمل کو خوش آئند اقدام قرار دیا گیا ہے اور عوام بھی فریقین کے اس فیصلے کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔

لیکن مذاکرات کا ایجنڈا کیا ہے؟ سامنے نہیں آیا۔ اندازے کی حد تک کہا جاسکتا ہے کہ حکومت طالبان کو قومی دھارے میں شامل ہونے کی دعوت دے گی اور بیرونی عسکری کارروائیوں کے معاملے میں ان کو اعتماد میں لے گی اور طالبان کی جانب سے دیگر مطالبات کے علاوہ ایک اہم مطالبہ ڈرون حملوں کے بند کرانے کا ہوگا۔

اگر یہ مذاکرات ہو جاتے ہیں تو ملک مسائل اور مصائب کے سیلاب اور بدامنی کے اس عفریت سے کافی حد تک بچ جائے گا۔ ہماری قبائلی عفت مآب ماؤں اور بہنوں کی عصمت محفوظ رہ جائے گی اور وہ مہاجر بن کر دربدر ہونے سے بچ جائیں گی۔ ہمیں آپس میں لڑوانے کی جو بیرونی سازشیں ہو رہی ہیں جس میں کافی حد تک ہم نے ان کو کامیابی کا موقع دیا ہے وہ ختم ہو جائے گی۔

قارئین کے علم میں ہوگا کہ امریکہ کے سابقہ صدر جارج ڈبلیو بش نے جب افغانستان پر حملے کا ارادہ کیا تو اس نے پارلیمنٹ میں اپنے بیان میں کہا تھا کہ: ’’ہم حملہ کرنے والے ہیں اور عنقریب ہمارے مقابل کو امریکہ کی طاقت کا احساس ہو جائے گا۔‘‘ لیکن آج اتنے سال بعد ان کو بھی احساس ہوا ہے کہ ہم طاقت کا استعمال کر کے غلط کر رہے تھے اور وہ مذاکرات کے لئے پر تول رہا ہے۔ اگر سات سمندر پار کا کوئی اجنبی ایسا کر سکتا ہے تو ہم اپنے ہم وطنوں کے ساتھ ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔ یہاں تو دونوں طرف ہمارے بھائی ہیں۔ افواج پاکستان بھی اس قوم کا حصہ ہے اور قبائلی طالبان میں اس قوم کے بیٹے ہیں۔

ایک بڑا خدشہ جس کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہئے۔ وہ مذاکرات کے عمل میں رخنہ اندازی کرتا ہوا بیرونی ہاتھ ہے۔ پشاور کے نواحی علاقے قصہ خوانی میں چند دن پہلے دھماکہ ہوا جس میں چھ افراد جاں بحق جبکہ تیرہ زخمی ہو گئے۔ یہ دھماکہ بالکل اسی نوعیت کا تھا جو سال رفتہ کے دوران مذاکرات کی فضا کو ناسازگار بنانے کے لئے پشاور ہی

میں واقع ایک چرچ میں ہوا تھا۔ جس کے بارے میں آج تک تعیین نہیں کی جاسکی کہ وہ خود کش حملہ تھا یا منصوبہ بند دھماکہ اور نہ ہی اس میں ملوث کرداروں کو تا حال بے نقاب کیا جاسکا۔ پشاور قصہ خوانی کا دھماکہ بھی اس سازش کی کڑی نظر آرہا ہے۔

اس بناء پر ملکی سلامتی کے قومی اداروں پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسی تمام مذموم سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں جن کے پس پشت ان ملک دشمن قوتوں کا ہاتھ کارفرما ہے۔ جنہیں پاکستان میں امن، سکون اور استحکام کسی صورت منظور نہیں۔ کیونکہ مذاکرات کو سبوتاژ ہونے سے بچانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

پاکستان کی فوج پر حملہ ہو، قبائل پر ڈرون حملہ ہو، ملک میں بم پھٹیں، قبائل کے بچے، بوڑھے، خواتین دربدر ہوں۔ مہاجر بنیں۔ بے گناہ عوام کی جانوں کے ٹکڑے ہوں۔ یہ تمام نقصان مسلمانوں کا ہے۔ ملک پاکستان کا ہے۔ اس لئے صرف حکومت نہیں ہر محب پاکستانی کا فرض منصبی بنتا ہے کہ وہ پاکستان کے امن، اسلامیان وطن کی سلامتی کے لئے کوشاں ہو۔ ان سطور کی تحریر کے وقت سرکاری اور طالبان کے نامزد افراد کی پہلی ملاقات کی تیاری جماعت اسلامی اسلام آباد کے دفتر میں ہورہی ہے۔ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ سب کچھ چند دنوں تک سامنے آجائے گا۔

تحریک انصاف کے جناب عمران خان اور جمعیت علماء اسلام نے ان مذاکرات میں حصہ دار بننے سے انکار کیا ہے۔ جمعیت علماء اسلام کا مؤقف واضح اور مبنی برحق ہے کہ انہوں نے قبائل کا جرگہ بلایا۔ ان کو طالبان سے مذاکرات کرنے کے لئے قائل کیا۔ یہ سب کچھ حکومت کے علم میں ہے۔ ان قبائل کی اپنی روایات ہیں۔ ان کے ہاں جرگہ کو نظرانداز کرنا، مصائب کو دعوت دینے کے برابر ہوتا ہے۔ جرگہ کا احترام حکومتی فرمان یا ملکی قانون سے بھی عزیز تر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جرگہ کی بات نہ ماننا جرگہ میں شریک حضرات کی اہانت کے مترادف ہوتا ہے۔ جرگہ میں شریک حضرات اپنے فیصلوں پر عمل درآمد کرانا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ قبائل کے حضرات ان طالبان کے آباء واجداد اور بڑے ہیں۔ ان کا احترام طالبان کے لئے ازبس ضروری ہے۔ ان جرگہ کے حضرات کو جمعیت علماء اسلام نے قائل کر کے مسئلہ کا صحیح حل تلاش کرنے کی داغ بیل ڈالی۔

نہ معلوم اتنی واضح بات حکومت کے لئے سمجھنا کیونکر مشکل ہوگئی۔ جو بظاہر سمجھ آتا ہے کہ جرگہ کی بات کو رد کرنا جیسے طالبان کے لئے مشکل ہوتا۔ ایسے حکومت کے لئے بھی مشکل تھا۔ حکومت مذاکرات میں مخلص ہے تو اس آسان اور قریب کے راستہ کو کیوں ترک کیا؟ یہی وہ پیچیدہ گھیر ہے جسے جمعیت علماء اسلام کے لئے کھانا مشکل ہوگیا۔ تاہم عمران خان اور جمعیت علماء اسلام نے مذاکرات کی کامیابی کے لئے دعا اور تمنا ظاہر کی ہے جو خوش آئند ہے۔

قارئین لولاک بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ملک عزیز کو، اس کے باسیوں کو اور پوری دنیا کو بدامنی سے محفوظ فرمائیں۔ دین وسکون نصیب ہو۔ تاکہ پوری انسانیت سکون وچین کی میٹھی نیند سو سکے۔

حضور ﷺ ...... قبل از نبوت

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

ایام رضاعت

حضرت حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں کہ ہم بنوسعد کے قبیلہ کی چند عورتیں مکہ مکرمہ آئیں۔ تاکہ بڑے لوگوں کے بچے رضاعت (دودھ پلانے) کے لئے اپنے قبیلہ میں لے جائیں۔ میری سواری کمزور اور مریل سی تھی۔ جبکہ دوسری دائیوں کی سواریاں میری سواری سے بہتر۔ چنانچہ جب میں مکہ مکرمہ پہنچی تو معلوم ہوا کہ تمام بڑے بڑے سرداروں کے بچے دیگر خواتین نے اپنی گود میں لے لئے ہیں۔ صرف ایک یتیم بچہ ہے۔ جسے یتیم سمجھ کر دوسری دائیاں چھوڑ کر واپس چلی گئیں ہیں۔ تو میں نے اپنے شوہر الحارث بن عبدالعزیٰ سے کہا کہ میں خالی گود نہیں جانا چاہتی۔ یتیم ہی سہی لیکن میں لے کر جاؤں گی۔ آپ فرماتی ہیں کہ قحط کا زمانہ تھا۔ ایک میری سواری کمزور۔ میری چھاتیوں میں دودھ کا نام ونشان نہیں۔ میرا بچہ بھوک کی وجہ سے ساری رات روتا رہتا۔ بہرحال میں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی گود میں لیا تو میری چھاتی دودھ سے بھر گئی۔ آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے سیر ہو کر دودھ نوش فرمایا۔ میرا بچہ سیر ہونے کی وجہ سے ساری رات مزے کے ساتھ سوتا رہا۔ جب ہم واپس ہوئے تو میری مریل اور کمزور سواری تمام سواریوں کو پیچھے چھوڑنے لگی۔ میری سہیلیوں نے کہا کہ یہ وہی سواری ہے جو چل نہ سکتی تھی۔ تو میں نے کہا کہ سواری تو وہی ہے۔ لیکن سوار تبدیل ہو چکا ہے۔

حضرت حلیمہؓ کے گھر خیر و برکات کا نزول

حضرت حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں کہ جب ہم بنوسعد پہنچے تو ہمارے گھر میں خیر و برکات کا نزول شروع ہو گیا۔ میری بکریاں شام کو جب چر کر واپس آتیں تو ان کی کوکھیں بھری ہوتیں اور ان کے تھن بھی دودھ سے بھرے ہوتے جبکہ اور لوگوں کی بکریوں کے تھنوں میں دودھ کا نام ونشان نہ ہوتا۔ نیز قحط کی وجہ سے گویا جیسے صبح جاتیں ویسے ہی شام کو واپس آتیں۔ عام بچوں سے ہٹ کر آپ ﷺ نشوونما پا رہے تھے۔ دوسال کی عمر میں آپ ﷺ اچھے خاصے خوبصورت، صحت مند ہو گئے۔ تو ہم آپ ﷺ کو آپ کی والدہ محترمہ سے ملوانے کے لئے مکہ مکرمہ لے آئے۔ ہم نے ملاقات پر حضرت آمنہؓ سے درخواست کی کہ ایک سال مزید ہمیں پرورش کے لئے عنایت فرما دیں تو حضرت آمنہؓ نے ہماری درخواست کو قبول فرمایا۔

واقعہ شق صدر

حضرت حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں: ”ہمیں آپ ﷺ کو لائے ہوئے ابھی دو تین ماہ گزرے تھے۔ آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے کے لئے تشریف لے گئے کہ آپ ﷺ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا اور بتلایا کہ دو آدمی آئے۔ جنہوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ میرے قریشی بھائی کو پکڑ کر لٹایا اور آپ ﷺ کا

سینہ مبارک کھولا اور دل مبارک نکالا۔ آپ فرماتی ہیں کہ ہم بھاگے بھاگے آئے تو آپ ﷺ اکیلے تھے۔ کوئی فرد موجود نہ تھا۔ لیکن آپ ﷺ سہمے سہمے نظر آئے تو آپ ﷺ کے رضاعی باپ نے آپ ﷺ کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور پیار کیا۔ پوچھا: بیٹا کیا ہوا؟۔ تو آپ ﷺ نے سارا واقعہ ارشاد فرمایا۔ میرے میاں نے کہا: ''خدانخواستہ آپ ﷺ کو کوئی نقصان پہنچے، آپ ﷺ کو آپ کی والدہ کے سپرد کرنا چاہئے۔ تو ہم آپ ﷺ کو واپس مکہ مکرمہ لے آئے۔''

حضرت حلیمہؓ مکہ مکرمہ میں

آپ فرماتی ہیں کہ ہم رحمت دوعالم ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ آگئے اور آپ ﷺ کو والدہ محترمہ کے سپرد کیا حضرت حلیمہؓ سے حضرت آمنہؓ نے فرمایا کہ آپ میرے بیٹے کو ساتھ لے جانے میں بہت خوش تھیں۔ تو اتنی جلدی واپس کیوں لائیں۔ ہم نے ماجرا سنایا۔ حضرت آمنہؓ نے فرمایا کہ تمہیں کسی شیطان کے شر کا خطرہ ہوگیا تھا۔ ہم نے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت آمنہؓ نے فرمایا کہ میرے بیٹے کو کوئی شیطان نقصان نہیں پہنچا سکتا اور عجیب وغریب حالات پیش فرمائے۔ فرمایا کہ جب آپ میرے بطن میں تھے تو حمل کے دوران عورتوں کو جو پریشانی ہوتی ہے مجھے کبھی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ جب آپ ﷺ میرے بطن مبارک میں تھے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے ایک نور برآمد ہوا ہے جس سے بصریٰ وشام کے محلات روشن ہوگئے۔ جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر کوئی سرگوشی کی۔

نیز سرور دوعالم ﷺ اپنی پیدائش کے متعلق فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''دعوۃ ابی ابراھیم'' میں اپنے ابا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا مصداق ہوں۔'' وبشریٰ عیسیٰ ''اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارت ''ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد'' (میرے بعد ایک اللہ کا رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا) کا مصداق اور فرمایا کہ جب میں اپنی اماں کے بطن مبارک میں تھا تو میری اماں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور برآمد ہوا ہے جس سے بصریٰ شام کے محلات روشن ہوگئے۔ فرمایا کہ میں بنوسعد کے قبیلہ میں تھا کہ سفید لباس میں ملبوس دو آدمی آئے اور مجھے لٹا کر میرا شق صدر کیا۔ ان کے پاس سونے کے ایک تھال میں برف تھی۔ میرا دل مبارک نکال کر اس سے خون کا لوتھڑا نکال کر باہر پھینک دیا۔ پھر اس برف سے میرا سینہ اور میرا پیٹ دھویا اور صاف کیا اور پھر دل کو اس کے مقام پر رکھ کر اسے برابر کردیا۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کا دس آدمیوں کے ساتھ وزن کیجئے۔ چنانچہ میری امت کے دس آدمیوں کے ساتھ میرا وزن کیا گیا تو میرا وزن بڑھ گیا۔ پھر کہا کہ ان کا ایک ہزار کے ساتھ وزن کیجئے تو میرا وزن کیا گیا اور میں بڑھ گیا۔ پھر کہا کہ اگر ان کا ان کی پوری امت کے ساتھ وزن کیا جائے تو ان کا وزن بڑھ جائے گا۔ (رواہ احمد)

حضرت آمنہؓ کی مدینہ تشریف آوری

جب رحمت دوعالم ﷺ کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہؓ آپ ﷺ کو لے کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئیں۔ تاکہ آپ ﷺ کے والد محترم اور اپنے میاں کی قبر مبارک کی زیارت کریں

اور بنی نجار سے آپ ﷺ کی خالاؤں کو بھی مل لیں۔ کچھ عرصہ مدینہ طیبہ رہنے کے بعد واپس جارہی تھیں کہ ابواء کے مقام پر ان کی وفات ہوگئی اور آپ ﷺ حضرت ام ایمنؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس تشریف لے آئے۔

حضرت عبدالمطلب کی کفالت میں

حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ حضرت عبدالمطلب جو قریش کے سردار تھے۔ ان کے لئے کعبہ شریف کے سایہ میں بستر لگایا جاتا جس پر آپ تشریف رکھتے۔ اس بستر پر آپ کے بیٹوں میں سے بھی کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ جبکہ رحمت دو عالم ﷺ بے دھڑک تشریف رکھتے۔ آپ ﷺ کے چچا آپ ﷺ کو نیچے اترنے کا کہتے تو عبدالمطلب انہیں روک دیتے اور فرماتے ”ان لبنی ھذا شاناً“ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی۔ آپ ﷺ اپنے جد امجد کی پرورش میں رہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال ہوئی تو آپ ﷺ کے دادا بھی انتقال فرماگئے۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۸۲ رسال تھی۔

جناب ابوطالب کی کفالت

حضرت عبدالمطلب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے رحمت دو عالم ﷺ کو جناب ابوطالب کی کفالت میں دے دیا۔ کیونکہ ابوطالب رحمت عالم ﷺ کے والد محترم جناب عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک آٹھ برس دس دن تھی۔

بحیرا راہب سے ملاقات

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۱۲ رسال ہوئی تو آپ ﷺ کے چچا جناب ابوطالب ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام جانے لگے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ چچا آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جارہے ہیں، جب کہ میرے والدین وفات پاچکے ہیں۔ یہ جملے سن کر ابوطالب آپ ﷺ کو اپنے ساتھ شام لے کر گئے۔ اس نے دیکھا کہ سرور دو عالم ﷺ جس طرف تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ پر بادل سایہ کئے ہوئے ہوتا ہے۔ آپ ﷺ بیٹھتے تو درخت کی ٹہنیاں آپ کی طرف جھک آتی ہیں۔ راہب نے قافلہ والوں کی دعوت کی۔ چونکہ آپ ﷺ نوعمر تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کو سامان کی نگرانی کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ جب اہل قافلہ بحیرہ راہب کے موقع میں اترے تو اس نے (چیف گیسٹ) مہمان خصوصی کو نہ پاکر سوال کیا کہ آپ لوگوں کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ تو بتلایا گیا کہ ایک نوجوان ہے جو سامان کی نگرانی اور حفاظت پر مامور ہے۔ راہب نے کہا کہ انہیں بھی بلایا جائے۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو بحیرا راہب نے آپ ﷺ کو پہچان لیا (یعرفونہ کما یعرفون ابنائھم) اس نے آپ ﷺ سے کچھ سوالات کئے۔ آپ ﷺ کے جوابات سنے تو اس کو یقین ہوگیا کہ آپ ہی آخر الزمان نبی ﷺ ہیں۔

نیز اس نے آپ ﷺ کی پشت پر مہر نبوت بھی دیکھی تو آپ کے چچا جناب ابوطالب سے گزارش کی کہ آپ انہیں ساتھ نہ لے جائیں۔ کیونکہ یہود سازشی اور حاسد ہیں۔ کہیں آپ ﷺ کو نقصان نہ پہنچائیں تو ابوطالب نے آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ واپس کردیا۔

محفل موسیقی میں شرکت سے حفاظت

ابھی آپ ﷺ نوعمر تھے کہ مکہ مکرمہ میں ایک سردار کے ہاں شادی کی مجلس میں محفل موسیقی کا انتظام کیا گیا۔ آپ ﷺ کے ساتھی اور ہجولی آپ ﷺ کو زبردستی محفل میں لے کر گئے۔ ابھی محفل شروع نہیں ہوئی تھی کہ اللہ پاک نے آپ ﷺ پر نیند مسلط کردی اور آپ ﷺ نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ محفل میں کون کونسی مغنیا ئیں (گلوکارائیں) شریک ہوئیں۔ آپ ﷺ نے کسی کو نہ سنا اور نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ صبح سورج کی کرنوں نے آپ ﷺ کو جگایا۔ کیونکہ آگے چل کر آپ ﷺ نے آلات مضامیر کے خلاف جدوجہد کرنا تھی۔ اس لئے اللہ پاک نے آپ ﷺ کو لڑکپن میں ہی بچالیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا تجارتی قافلہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے تجارتی قافلہ کے ساتھ آپ ﷺ کی روانگی کا معاملہ طے ہوا۔ بلکہ آپ ﷺ اس کے میر کارواں مقرر ہوئے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے اپنے غلام میسرہ کو آپ ﷺ کے ساتھ کردیا۔ چنانچہ میسرہ نے آپ ﷺ کے عجیب وغریب حالات کا نظارہ کیا۔ آپ ﷺ گرمی کے وقت چلتے تو بادل آپ ﷺ پر سایہ کرتے۔ آپ ﷺ نے انتہائی دیانت وامانت کے ساتھ تجارت کی۔ حضرت خدیجہؓ کو پہلے سے کہیں زیادہ نفع حاصل ہوا۔ جب قافلہ واپس آرہا تھا تو حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کے سر پر بادلوں کا سایہ خود ملاحظہ کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو اوروں سے زیادہ معاوضہ دیا۔ نیز آپ ﷺ کو نکاح کا پیغام بھی دیا۔

حضرت خدیجہؓ کو اپنی عزت، عظمت، شرافت، خاندانی وجاہت اور مالی استحکام کی وجہ سے کئی ایک سرداروں نے نکاح کا پیغام دیا۔ تو حضرت خدیجہؓ نے انکار کردیا۔ حضور ﷺ کی شان، دیانت داری، اخلاق کریمہ سے متاثر ہوکر خود نکاح کا پیغام دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں سے مشورہ کرنے کی مہلت مانگی۔ چچاؤں نے پیغام قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ نکاح کے وقت آپ کی عمر ۲۵ ربرس تھی جب کہ حضرت خدیجہؓ چالیس سال کی تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے آپ ﷺ کی ساری اولاد ہوئی۔ سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے۔ وہ حضرت ماریہؓ کے بطن سے ہوئے۔ (یہ مضمون سیرت ابن اسحاق سے ملخص کیا گیا ہے)

عیسائی جوڑے کا قبول اسلام

خانیوال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبدالستار گورمانی کے دست حق پرست پر خانیوال کے دو معروف وکلاء جناب عبدالرؤف چودھری ایڈووکیٹ محمد اشرف بھٹی ایڈووکیٹ کی موجودگی میں ایک عیسائی جوڑے نے عیسائیت سے تائب ہوکر اسلام قبول کرلیا۔

قادیانی جوڑے کا قبول اسلام

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر کے مبلغ وخطیب مولانا غلام مصطفیٰ کے ہاتھ پر ایک قادیانی جوڑے نے برضاورغبت قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام قبول کرلیا۔

حضرت ثمامہؓ بن اثال حنفی

حافظ محمد انس

حضرت ثمامہ بن اثال حنفی کا تعلق یمامہ (نجد قبیلہ) سے تھا۔ آپ اس قبیلے کے با اثر رئیس تھے۔ حضرت ثمامہ کا شمار اپنے قبیلہ کے مقتدر سرداروں میں ہوتا تھا۔ آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ ثمامہ بن اثال بن نعمان بن سلمہ بن عتبہ بن ثعلبہ بن یدبوع بن ثعلبہ بن دؤل بن حنفیہ حنفی یمامی۔

آپ ایک وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔ قد وقامت کے اعتبار سے آپ کے جسم سے سرداری کے خدوخال نمایاں تھے۔ آپ یمامہ کے شہر میں رہائش پذیر تھے۔ چونکہ یمامہ ایک ایسا زرخیز علاقہ تھا کہ اس میں غلہ، اناج بہت ہی کثرت سے ہوتا تھا اور بہت سے لوگ اسی کام سے وابستہ تھے۔ آپ بھی غلہ کے بہت بڑے تاجر تھے اور مکہ کے لوگوں کو اپنا مال وغیرہ بھجوایا کرتے تھے۔ اسی تجارت کی بناء پر مشرکین مکہ سے آپ کے گہرے مراسم تھے اور ان کے ہاں اکثر آپ کا آنا جانا تھا۔ جب سرکار دو عالم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو بہت سارے لوگ آپ ﷺ کے مخالف ہو گئے تھے اور ان میں اکثر روساء مشرکین بھی شامل تھے۔ مشرکین مکہ کی اسلام دشمنی کی وجہ سے حضرت ثمامہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جن کو سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی سے اور آپ ﷺ کے دین سے انتہائی نفرت اور دشمنی تھی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اسی دشمنی کی بنیاد پر آپ نے ایک صحابیؓ کو قتل بھی کیا تھا۔

سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی پر مشرکین مکہ کے مظالم بڑھ گئے اور انہوں نے ہر طرح سے حضور ﷺ کو ستانے کی انتہاء کر دی۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کو نعوذ باللہ جان سے ختم کرنے پر تیار ہو گئے۔ ادھر سے اللہ رب العزت کی طرف سے بھی سرکار دو عالم ﷺ کو ہجرت کی اجازت مل گئی تو آقا ﷺ نے یثرب کی طرف ہجرت کی۔ حضور ﷺ کی آمد نے یثرب کی رونق کو چار چاند لگا دیئے۔ اللہ رب العزت کی موسلا دھار رحمتوں کے نزول نے یثرب پر اپنا اثر دکھایا تو یثرب پھر ''مدینۃ النبی'' کہلانے لگا۔ کھجوروں کے اس شہر میں ہر طرف رونق ہی رونق ہو گئی۔ آپ ﷺ کی آمد سے اس قدیم شہر کے مقدر جاگ اٹھے اور یہ شہر بلندی اسلام کے لئے کی جانے والی کوششوں کا مرکز بن گیا۔

سرکار دو عالم ﷺ یہاں سے مختلف قبیلوں کی اصلاح کے لئے قافلے بھیجا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں آقا ﷺ نے چند سواروں پر مشتمل ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا اور پھر اس کے واپس آنے کا انتظار فرمانے لگے۔ پھر کچھ عرصہ بعد جانثاران محمد ﷺ مسجد نبوی میں جلوہ گر تھے۔ محفل لگی ہوئی تھی۔ اچانک شور ہوا کہ مجاہدین اسلام کامیاب وکامران ہو کر نجد سے واپس لوٹے ہیں۔ اس وقت نجد سے تشریف لانے والے یہ مجاہدین اپنی سواریاں باندھ کر بڑی بے تابی سے شوق دیدار مصطفیٰ ﷺ کے لئے اندر آ رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک وجیہہ شخص بھی تھا جس کو انہوں نے قیدی بنا کر رسیوں سے باندھا ہوا تھا۔ مجاہدین نے صحابہ کرامؓ کو سلام کیا۔ اس قیدی کو ستون کے ساتھ باندھ دیا اور آقا ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد سرور کونین ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ مجاہدین کی

کامرانی پر خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے ان کو دعاؤں سے نوازا اور پھر اچانک اس قیدی کو دیکھ کر اپنے پروانوں سے فرمایا۔ اس شخص کو جانتے ہو، یہ کون ہے؟

صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ یمامہ کا رئیس ثمامہ بن اثال ہے۔ اسلام کا بدترین دشمن ہے۔ یہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس سے رعایت نہ کی جائے۔ فی الحال اس کو کچھ نہ کہو۔ باندھے رکھو اور اس کے کھانے پینے کا خاص خیال رکھو۔ پھر حضور ﷺ نے اسی وقت (یا بعد نماز عشاء) ثمامہ سے پوچھا: ''کیا کہتے ہو ثمامہ؟'' ثمامہ نے جواب دیا: اے محمدؐ اگر مجھے قتل کرو گے تو میں واقعی مجرم ہوں۔ (یا ایک خونی کو قتل کرو گے) اور اگر رہا کردو گے مجھے اپنا شکر گزار، احسان مند پاؤ گے اور اگر نہ یہ چاہو گے تو جو آپ مانگو گے دیا جائے گا۔ یہ جواب سن کر سرکار دو عالم ﷺ بغیر کوئی فیصلہ صادر فرمائے تشریف لے گئے۔ پھر دوسرے دن بھی اسی طرح کی گفتگو ہوئی اور تیسرے دن بھی ایسی ہی گفتگو ہوئی۔ تیسرے دن حضور ﷺ نے فرمایا: ''اس کو چھوڑ دو اور رہا کردو۔'' صحابہ کرامؓ نے اس کی مشکیں کھول دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ثمامہ اب تم آزاد ہو۔ جہاں چاہو جا سکتے ہو۔''

رحمت دو عالم ﷺ کے حسن سلوک سے متاثر ہوکر ثمامہ قریب کسی باغ میں گئے۔ نہا دھو کر واپس آئے اور حضور ﷺ کے سامنے اسلام قبول کرلیا۔ کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد یوں عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ! خدا کی قسم تھوڑی دیر پہلے تک دنیا میں کوئی شخص میری نظروں میں آپ سے زیادہ مبغوض نہیں تھا اور نہ میرے نزدیک آپ کے چہرے سے ناپسندیدہ کوئی چہرہ تھا۔ لیکن اب دنیا میں آپ سے بڑھ کر مجھے کوئی محبوب نہیں اور نہ آپ کے چہرہ انور سے مجھے پیارا کوئی چہرہ نظر آتا ہے۔ واللہ! آج سے پہلے آپ کے دین سے میرے نزدیک برا دین کوئی نہ تھا۔ لیکن آج سے میرے نزدیک آپ کے دین سے کوئی اعلیٰ و برتر دین نہیں ہے۔ بخدا اس سے قبل میرے نزدیک اس شہر (مدینہ منورہ) سے زیادہ کوئی برا شہر نہ تھا۔ لیکن آج سے روئے زمین پر اس سے اچھا شہر کوئی نہیں ہے۔ اے خدا کے رسول! میں عمرہ کی نیت سے وہاں سے چلا تھا۔ راستے میں گرفتار ہوگیا۔ لیکن اب عمرہ کے لئے جانا چاہتا ہوں اجازت عنایت فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: آپ کو عمرہ کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ تمہاری جان کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ انہوں نے حضور ﷺ کو سلام کیا اور عمرہ کے لئے چل پڑے۔ مشرکین مکہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے ان کے اسلام قبول کرنے کی اطلاع ہوگئی تھی۔ انہوں نے مزاحمت کی ثمامہ بن اثالؓ نے وہیں کھڑے ہوکر اعلان کیا کہ اب یمامہ سے کوئی دانہ بھی اناج کا مکہ نہیں آئے گا۔ واپس گئے تو یہ سب کر دکھایا۔ اب مکہ میں اناج کا قحط پڑ گیا تو مشرکین مکہ نے حضور ﷺ کو خط لکھا۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت ثمامہ کو حکم فرمایا کہ اناج کو نہ روکو تو انہوں نے بغیر کسی پس و پیش کے اناج کو جاری کردیا۔

سرکار دو عالم ﷺ کے وصال کے بعد سارے عرب میں کئی فتنوں نے سر اٹھایا۔ مسیلمہ کذاب کے چنگل میں پھنس کر لوگوں نے اسلامی احکام سے سرکشی اختیار کی اور اسلام مخالف جنگ میں شریک ہونے کے لئے تیاری کر لی۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کا زمانہ خلافت تھا۔ آپ کا تعلق بھی چونکہ اسی قبیلہ کی شاخ (بنوحنیفہ) سے تھا۔ لیکن آپ ہمت

واستقلال کے ساتھ دامن سرکار دو عالم ﷺ سے وابستہ رہے اور بہت سے لوگوں کو بھی اسلام سے وابستہ رکھا۔ اسی زمانہ میں حضرت علاؓ بحرین کے مرتدین کی سرکوبی کے لئے مامور ہوئے اور یمامہ سے گزرے تو حضرت ثمامہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے اور دوسرے مسلمانوں سے مل کر اپنے علاقہ سے ہجرت کرتے ہوئے اس لشکر اسلام میں داخل ہوگئے۔ ربیعہ کے پورے قبیلہ اور بشر بن عمر عبدی کے زیر اثر لوگ مرتد ہوگئے تھے اور بنوقیس بھی اسلام سے سرکشی کر گئے تھے۔ یہ سارے مرتدین قلعہ جواث میں بند ہوگئے تھے۔ حضرت علاؓ نے قلعہ جواث کا محاصرہ کرالیا۔ ایک رات اس پر چھاپا مارا گیا جس میں ان کا سردار حطیم مارا گیا تو مرتدین نے ہتھیار پھینک دیئے۔

حضرت ثمامہ شروع سے آخر تک حضرت علاؓ کے دست وبازو بن کر رہے۔ جب فتح حاصل ہوگئی تو حضرت ثمامہؓ نے ایک صحابی کے پاس خوبصورت سرداروں والا حلہ دیکھا جو اس نے سردار کو قتل کر کے اتارا تھا۔ چونکہ یہ سردار ذہن کے آدمی تھے اس لئے اس حلہ کو خرید کر پہن لیا۔

یہ حلہ پہن کر باہر نکلے تو بنوقیس کے چند بدطینت آدمیوں نے اپنے سردار کا حلہ دیکھ کر برداشت نہ کیا اور سمجھا کہ شاید یہی شخص ہی ہمارے سردار کا قاتل ہے۔ آپ پر حملہ کردیا۔ اتنی زور سے ایک بارگی حملہ کیا کہ آپ ایک لمحہ میں ہی جام شہادت نوش فرماتے ہوئے دار فانی سے دار بقاء کی طرف روانہ ہوگئے۔ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

وفات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جھنڈو کے .... جیلانی خان کے چھوٹے بیٹے حافظ محمد رمضان ایک حادثہ میں انتقال کر گئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرست حافظ محمد شریف نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی میرپورخاص سے ان کے نماز جنازہ میں شرکت کے لئے جھنڈو گئے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میرپورخاص کے ناظم اعلیٰ مولانا حفیظ الرحمان فیض کے بہنوئی محمد شفیق گذشتہ دنوں کافی عرصہ علیل رہنے کے بعد حب چوکی میں انتقال کر گئے۔ مولانا محمد علی صدیقی نے مولانا حفیظ الرحمان فیض سے تعزیت کی۔

سابق قادیانی چوہدری مبشر احمد جٹ کی اہلیہ گذشتہ دنوں جھنڈو میں انتقال کر گئیں۔ حافظ محمد شریف نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور مولانا محمد علی صدیقی خصوصی طور پر شریک ہوئے۔

مدینہ مسجد میرپورخاص کے خادم محمد رفیق بروہی کو گذشتہ دنوں دوہرے صدمے سے دوچار ہونا پڑا کہ ان کی ہمشیرہ کا انتقال ان کے گاؤں کھان میں ہوا۔ مرحومہ کے شوہر اور ایک بیٹا سعودی عرب میں بطور ملازم کے تھے۔ بیٹے کو وہاں والدہ کے انتقال کی خبر ملی، ہارٹ اٹیک ہوا تو ریاض میں فوت ہوگیا۔ والدہ پاکستان میں دفن ہوئیں اور بیٹا ریاض میں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے احباب نے تمام حضرات کے بلندی درجات کی دعا کی۔

سورۃ الفاتحہ ہر بیماری کی شفاء

مولانا محمد طارق نعمان

سورۃ فاتحہ کے مختلف نام ہیں۔فاتحہ کہتے ہیں شروع کرنے کو۔چونکہ قرآن کریم میں سب سے پہلے یہی سورۃ لکھی ہے۔اس لئے اسے سورۃ فاتحہ کہتے ہیں اور اس لئے بھی کہ نماز میں قرأت بھی اسی سے شروع ہوتی ہے۔اس سورۃ کا نام ام الکتاب بھی ہے۔سورۃ الحمد اور سورۃ الصلوٰۃ بھی کہتے ہیں۔اس سورۃ کا نام سورۃ الشفاء بھی ہے۔اسی لئے حضرت عبدالملک ابن عمیرؓ سے ایک مرسل روایت منقول ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:''سورۃ فاتحہ ہر بیماری کے لیے شفاء ہے۔''(دارمی، بیہقی)اس سورۃ کا نام سورۃ الرقیہ بھی ہے۔اس سورۃ کا نام سورۃ واقیہ بھی ہے اور کافیہ بھی ہے۔اس سورۃ کا نام ام القرآن اور سورۃ الکنز بھی ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:''مجھے گنج العرش (عرش کا خزانہ) سے چار چیزیں عطا کی گئی ہیں۔اس خزانہ سے ان چار چیزوں کے علاوہ اور کوئی چیز دوسرے کو نہیں دی گئی ہے اور وہ چار چیزیں یہ ہیں:۱......ام الکتاب (سورۃ فاتحہ)۲......آیت الکرسی ۳......سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں۔۴......سورۃ کوثر۔کتابوں میں یہ بھی ملتا ہے کہ ابلیس بھی چار مرتبہ رویا تھا اور اپنے آنسو بہائے تھے۔ایک اس وقت جب اس پر رب کی لعنت ہوئی۔دوسرا اس وقت جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔تیسرا اس وقت جب حضور اکرم ﷺ کو نبی و رسول بنایا گیا۔چوتھا اس وقت جب یہ سورۃ یعنی سورۃ فاتحہ نازل ہوئی۔یہ سورۃ ابلیس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:جب تم میں سے کوئی سورۃ فاتحہ کے آخر میں آمین کہتا ہے تو اسی وقت فرشتے آسمان پہ آمین کہتے ہیں۔اگر اس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل جائے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔(بخاری)اللہ پاک کتنا غفور الرحیم ہے کہ وہ اپنے بندے کی بخشش کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔اب بندہ آمین اس وقت کہے گا جب نماز پڑھے گا۔کیونکہ نماز میں ہی سورۃ فاتحہ کے بعد مومن بندہ پانچ وقت آمین کہتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن جب کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے (یعنی جبرائیل علیہ السلام نے)اوپر کی طرف دروازہ کھلنے کی سی آواز سنی۔چنانچہ انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور کہا کہ یہ آسمان کا دروازہ کھولا گیا ہے۔آج سے پہلے یہ کبھی نہیں کھولا گیا تھا اور اس سے ایک فرشتہ زمین پر اترا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں اترا۔اس فرشتے نے آپ ﷺ کو سلام عرض کیا اور کہا کہ آپ ﷺ کو دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کو عطا کیے گئے۔آپ ﷺ سے پہلے یہ کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ایک سورہ فاتحہ اور دوسرا سورہ بقرہ کی آخری آیات۔آپ ﷺ ان میں سے جس ایک حرف کی بھی تلاوت کریں گے۔مضمون کی مناسبت سے وہ چیز آپ ﷺ کو عطا کر دی جائے گی۔(مسلم)

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کے رہبر، تمام نبیوں کے سردار شافع روز محشر، ساقی کوثر، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔ قرآن اپنے الفاظ اور معانی دونوں پہلوؤں سے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ قرآن پاک ایک ایسی کتاب ہے جو پوری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ اس کی ہر سورہ، ہر آیت، ہر لفظ، ہر حرف بامعنی اور بابرکت ہے۔ اس حدیث میں سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کو دو نوروں سے تعبیر کیا گیا اور ان کو نور کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورہ اور آیتیں قیامت کے روز روشنی کی شکل میں ہوں گی جو اپنے پڑھنے والوں کے آگے چلیں گی۔ حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر آیتوں کو جو کوئی اخلاص کے ساتھ پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے وہ ہدایت وسعادت عطا فرمائے گا جن پر یہ آیات مشتمل ہیں۔ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیتوں میں دو قسم کے کلمات ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جو دعا پر مشتمل ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو فقط حمد وثناء پر مشتمل ہے۔ لہٰذا جب وہ آیت یا آیت کا ٹکڑا پڑھا جائے گا جو دعا ہے۔ جیسا کہ سورہ فاتحہ کے آخری آدھے حصے میں اور سورہ بقرہ کی آخری آیت میں ہے، تو وہ قبول ہو جاتی ہے اور بندے کا سوال پورا کر دیا جاتا ہے اور پڑھنے والے کو وہ چیز ضرور عطاء کی جائے گی جس کا اس میں ذکر ہے۔ اسی طرح جب وہ آیت یا آیت کا ٹکڑا پڑھا جائے گا جو حمد وثناء پر مشتمل ہے، تو اس کو وہی ثواب دیا جائے گا جیسا کہ سورہ فاتحہ کی شروع کی آیات میں ہے۔ یا اللہ اس کے رسول ﷺ، اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں پر ایمان وتصدیق ہے جو کہ سورہ بقرہ کی آخری دو آیتوں میں سے پہلی آیات میں ہے۔ تو اس کی قبولیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو حمد وثناء اور اس ایمان وتصدیق کا اجر عطا فرماتا ہے۔ سورہ فاتحہ میں سات آیتیں ہیں۔ ساڑھے تین آیتیں اللہ تعالیٰ کے لئے اور ساڑھے تین آیتیں بندے کے لئے۔ سورہ فاتحہ کی دعا سب سے زیادہ نفع بخش اور عمدہ قرار پائی ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ بندے کو اس سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دے دے اور اس کو اپنی بندگی پر اور گناہوں کے چھوڑنے پر مدد کر دے، تو دنیا وآخرت میں اس کو کوئی برائی چھو نہیں سکتی۔

حضرت سیدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رحمۃ اللعالمین ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں نے قرأت کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور میرے بندے کے لئے وہی ہے جو وہ مانگے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس میں سے آدھی قرأت میرے لئے ہے اور آدھی میرے بندے کے لئے۔ جب بندہ ''الحمدلله رب العالمین'' کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری ثناء بیان کی۔ جب بندہ ''الرحمن الرحیم'' کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ جب بندہ ''ایاك نعبدوایاك نستعین'' کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لئے وہی ہے جو وہ مانگے۔

حضرت سعید ابن معلیٰؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا۔ اس وقت میں نے آپ ﷺ کی پکار کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر جب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس لئے میں نے آپ کا جواب نہیں دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ اللہ اور رسول کا جواب دو۔ جب رسول اللہ تمہیں

بلائیں اوران کے حکم کی اطاعت کرو؟“ پھراس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ ہم اس مسجد سے نکلیں۔ کیا میں تمہیں قرآن کی ایک بہت بڑی یعنی افضل سورت نہ سکھلاؤں؟۔ پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور جب ہم مسجد سے نکلنے کو ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ کیا میں تمہیں قرآن کی ایک بہت بڑی سورت نہ سکھلاؤں؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سورت ”الحمد لله رب العالمین “ ہے۔ وہ سات آیتیں ہیں جونماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے:”وہ سات آیتیں ہیں“ جن سے دراصل قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ:”ولقد آتیناك سبعا من المثانی والقرآن العظیم “یعنی اے محمد ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو وہ سات آیتیں عطاء کی ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں۔

سورہ فاتحہ کو”ایک بہت بڑی سورت“ اس لئے فرمایا کہ وہ اللہ رب العزت کے نزدیک بڑا مقام و مرتبہ رکھتی ہے اور الفاظ کے اختصار کے باوجود اس کے فوائد اور معانی بہت زیادہ ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سورہ فاتحہ کا صرف ایک جزء کے تحت دین و دنیا کے تمام مقاصد آجاتے ہیں۔ بلکہ بعض عارفین نے تو یہ کہا ہے کہ جو کچھ سابق آسمانی کتابوں میں ہے۔ وہ سب قرآن مجید میں ہے اور جو کچھ قرآن مجید میں ہے۔ وہ سب سورہ فاتحہ میں ہے جو کچھ سورہ فاتحہ میں ہے۔ وہ سب بسم اللہ میں ہے۔

علماء ومشائخ سیمینار ، لکی مروت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لکی مروت کی طرف سے ۲۵ رجنوری کو جامع مسجد مجیدی نورنگ میں ایک سیمینار کا انعقاد ہوا۔”علماء ومشائخ تربیتی سیمینار“ کے نام سے موسوم یہ پروگرام کافی حد تک نتیجہ خیز اور کامیاب رہا۔ مولانا مجاہدین، مولانا محمود الرحمن، مولانا مستقیم، مولانا طارق خالد اور دیگر علماء کرام کی قیادت میں وفود اور جماعتوں کی شکل میں لوگ شریک ہوئے۔ سیمینار کا آغاز لکی مروت کے جماعتی امیر حاجی امیر صالح خان کی صدارت میں قاری عبیدالرحمن کی تلاوت سے ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا محمد ابراہیم ادہمی نے انجام دیئے۔ مولانا عبدالرحیم، مولانا عبدالمتین، مولانا عابد کمال اور دیگر مقامی علماء کرام نے رد قادیانیت کے حوالے سے مفید گفتگو فرمائی۔ مفتی شہاب الدین پوپلزئی نے قادیانی مصنوعات کے بائیکاٹ اور ختم نبوت کے مشن کی اہمیت سامعین پر اجاگر فرمائی۔ سیمینار میں خصوصی خطاب مولانا اللہ وسایا کا تھا۔ ختم نبوت کے حوالے سے سلف کی قربانیوں کا حوالہ دے کر خلف کو اس کی اہمیت بتلادی۔ علماء کرام اور خصوصاً مدارس کے ذمہ داران کو اس بات کی ترغیب دی کہ طلباء کے درمیان روزانہ کم از کم ۱۰ منٹ ختم نبوت کے حوالے سے درس دیں۔ سیمینار کے اختتام پر کچھ حکومت سے اور کچھ عوام سے مطالبات کئے گئے جو پیش خدمت ہیں:۱...... قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹالیا جائے۔ ۲...... سٹیج ٹی وی اور ٹی وی ٹو پر پابندی لگادی جائے۔ ۳...... چناب نگر کے جو تعلیمی ادارے قادیانیوں کی تحویل میں ہیں وہ واپس لئے جائیں۔ ۴...... قادیانیوں کے لٹریچر اور کتابوں پر پابندی لگادی جائے۔ ۵...... عاشق رسول ﷺ ممتاز قادری کو رہا کردیا جائے۔ ۶...... حکومت، علماء ومشائخ، دینی مساجد ومدارس اور مراکز کے تحفظ کے لئے خصوصی اقدامات کریں۔

بین المذاہب ہم آہنگی

قسط نمبر:1

شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق مدظلہ

تمام مذاہب جن کی ہم آہنگی مطلوب ہے، ان میں مذہب اسلام بھی ہے۔ اسلام کی خصوصیات کا تقاضا ہے کہ اس کو کسی مذہب سے ہم آہنگ نہ کیا جائے۔ دوسرے مذاہب آپس میں ہم آہنگی کر لیں، ان کو اختیار ہے۔ لیکن مذہب اسلام کو دوسرے مذاہب سے ہم آہنگ نہیں کیا جاسکتا۔

خصوصیات مذہب اسلام

۱...... اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین اسلام ہے: ''ان الدین عند اللّٰہ الاسلام (آل عمران)''

۲...... اور جو اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب پسند کرے گا۔ وہ ہرگز قبول نہ ہوگا: ''ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ (آل عمران)''

۳...... اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے: '' الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ) '''' آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے اسلام کا دین پسند کیا۔''

۴...... اسلام قدیم مذہب ہے۔ سب انبیاء علیہم السلام کا دین ایک اسلام ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: ''ما کان ابراھیم یھودیا و لا نصرانیا و لکن کان حنیفا مسلما (آل عمران) '''' ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے۔ لیکن وہ سب دینوں کو چھوڑ کر ایک دین پر چلنے والے مسلمان تھے۔''

۵...... حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو نصیحت فرمائی: ''و لا تموتن الا و انتم مسلمون (آل عمران) '''' تمہاری موت اسلام پر ہی آنی چاہیے۔''

۶...... حضرت یوسف علیہ السلام دعا کرتے تھے: ''توفنی مسلما و الحقنی بالصٰلحین (یوسف) '''' مجھے اسلام کی حالت پر موت دے اور مجھے نیکوں کے ساتھ ملحق کر دے۔''

۷...... حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو لکھا: ''ان لا تعلوا علیّ و أتونی مسلمین (النمل) '' تم زور نہ کرو میرے مقابلہ میں اور چلی آؤ میرے سامنے مسلمان ہو کر۔''

۸...... حضورؐ نے فرمایا: ''الانبیاء بنو العلات (مسلم ص ۲۹۴، ج ۲) '' ﴿تمام انبیاء بنو علات ہیں۔ (یعنی سب کا دین ایک ہے اور شریعتیں جدا جدا ہیں)﴾

۹...... بلقیس نے کہا: ''رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمان للّٰہ رب العالمین (النمل) '''' میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ میں اسلام لائی سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ رب العالمین پر۔''

۱۰...... اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ حضورﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اب اور کوئی نبی شریعت لے کر نہیں آئے گا۔ تمام شرائع منسوخ کر دیے گئے ہیں۔ اب اسلام صرف حضورﷺ کے دین کا ہوگا: ”ھو سمّٰکم المسلمین “ اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔ اسلام کو ماننے والی امت مسلمہ ہوگی۔ کسی دوسرے مذہب پر اسلام کا لفظ استعمال نہ ہوگا۔

۱۱...... اب دنیا دو فریق ہوگئی۔ ماننے والا مؤمن۔ نہ ماننے والا کافر: ”ھو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مؤمن “”یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا بعض تم میں سے کافر اور بعض تم میں مؤمن ہیں۔“

جو حضورﷺ کی رسالت کو مانتا ہے۔ وہ مؤمن ہے، جو نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والے حق پر ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے دین پر ایمان نہ لانے والا یا چھوڑ دینے والا باطل ہے۔ آخر الزماں نبی پر ایمان لانے والا مسلمان اور ایمان نہ لانے والا کافر ہے۔ دین حق صرف اسلام ہے۔ باقی سب ادیان باطل ہیں۔ صرف اسلام ناجی مذہب ہے۔ دوسرے تمام ادیان غیر ناجی ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ اسلام کی دوسرے مذاہب کے ساتھ ہم آہنگی نہیں ہوسکتی۔ دین حق کے ساتھ ادیان باطلہ کی ہم آہنگی نہیں ہوسکتی۔ جیسا آگ پانی جمع نہیں ہوسکتے۔ اسلام کے ساتھ مذاہب باطلہ کی ہم آہنگی کی جو بھی صورت ہوسکتی ہے۔ قرآن پاک نے ان کی رد کی ہے۔

مجوزہ صورتیں اور ان کا بطلان

ہم آہنگی کی پہلی صورت

۱...... ہم آہنگی کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان دوسرے مذاہب والوں کے ساتھ دوستی لگائیں۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی کفار سے دوستی کو ممنوع قرار دیا ہے: آیت مبارکہ: ”لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین (آل عمران) “”مؤمن کافروں کے ساتھ دوستی نہ لگائیں مؤمنوں کو چھوڑ کر۔“

۲...... ”یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ (الممتحنہ) “”اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم ان کو دوستی کا پیغام دیتے ہو۔“ آخر میں فرمایا: ”من یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل “”جس نے دوستی لگائی وہ سیدھے راہ سے گمراہ ہوگیا۔“

۳...... ”یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود و النصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض (مائدہ) “”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“

۴...... ”لا تجد قوما یؤمنون باللہ و الیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم (المجادلہ) “”آپ اپنی قوم کو نہ پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے والے ہیں کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی لگائیں جو اللہ اور رسول کے مخالف ہیں، وہ خواہ ان کے باپ ہوں یا اولاد ہوں یا بھائی ہوں یا ان کا قبیلہ ہو۔“

ہم آہنگی کی دوسری صورت

مسلمان یہود ونصاریٰ کو خوش کرنے کے لیے اپنی کچھ اصلاحات اسلامی ترک کردیں۔ مثلاً جہاد، حدود وقصاص، رجم وغیرہ کو اسلام سے نکال دیں۔ یہ صورت ممکن العمل نہیں کہ مسلمان کافروں کو خوش کرنے کے لئے اسلامی دفعات کو اسلام سے نکال دیں۔ جیسا کہ وہ کوشش کررہے ہیں کہ جہاد کی آیات قرآن سے نکال دیں۔ یہود ونصاریٰ کو راضی کرنے کے لئے یہ تصرف کریں اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کریں۔ لیکن یہود ونصاریٰ جب بھی راضی نہ ہوں گے: ''و لن ترضی عنك الیهود و لا النصاری حتی تتبع ملتهم '' یہود ونصاریٰ ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کے دین کی اتباع کریں۔''

ہم آہنگی کی تیسری صورت

سارے انسان مل کر کچھ مسائل متعین کرلیں کچھ باتیں یہود ونصاریٰ کی ہوں۔ مسلمان اس پر عمل کریں اور کچھ یہود ونصاریٰ مسلمانوں کی باتوں پر عمل کریں۔ یہ صورت تلفیق بین المذاہب کی ہے۔ یعنی دونوں مذہبوں کو ملا کر عمل کرنا۔ علماء اسلام نے اجماع کیا ہے کہ مذاہب حقہ کو تلفیق کرکے عمل کرنا ناجائز ہے۔ یہاں تو مذہب حقہ اور باطلہ کی تلفیق لازم آتی ہے۔ یہ کیونکر جائز ہوگی: ''ان الحکم الملفق باطل (درمختار ص ۱۷۷، ج ۱)'' ﴿یعنی وہ حکم جو دو مذاہب میں تلفیق کرکے ثابت کیا گیا ہو باطل ہے۔﴾ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''ان الذین آمنوا و لم یلبسوا ایمانهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون '' بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم ''شرک'' سے نہیں ملایا۔ انہی لوگوں کے لیے امن ہے اور وہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔

ہم آہنگی کی چوتھی صورت

مسلمان اپنی مذہبی حیثیت برقرار سمجھیں، کسی مذہبی بات کو نہ چھوڑیں اور ہم آہنگی کے لئے یہود ونصاریٰ کی کچھ باتوں پر عمل کریں۔ جیسا کہ عبداللہ بن سلامؓ نے ارادہ کیا کہ ہفتہ کی تعظیم اسلام میں منع نہیں اور یہود کے نزدیک اس کی تعظیم واجب ہے تو ہم ہفتہ کی بھی تعظیم کریں گے۔ علی ہذا۔ اونٹ کا گوشت اسلام میں کھانا واجب نہیں، حلال کا اعتقاد رکھتے ہوئے کھانا چھوڑ دیں۔ اس طرح شریعت یہودیہ کی بھی رعایت ہوجائے گی اور شریعت محمدیہ کے بھی خلاف نہ ہوگا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی زیادہ اطاعت ہوگی۔ اس پر آیت نازل ہوئی: ''یا ایها الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة و لا تتبعوا خطوات الشیطن ، انه لکم عدو مبین (البقرہ) '' ﴿اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ۔ شیطان کے قدموں کی اتباع نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔﴾

ہم آہنگی کی پانچویں صورت

کافروں کی طرف جھکاؤ اور میلان رکھنا، قرآن پاک میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار و مالکم من دون الله من اولیاء ثم لا

تنصرون ‘‘ ’’ترجمہ: ان لوگوں کی طرف جو ظالم ہیں، مت جھکو، پھر لگے گی تم کو آگ اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوا مددگار، پھر کسی سے مدد نہ پاؤ گے۔‘‘

لا ترکنوا ’’رکون ‘‘ سے ہے۔’’جس کا معنی ادنیٰ سا بھی جھکاؤ نہ کرو۔‘‘

’’لا ترکنوا ای الذین ظلموا ‘‘ کی تفاسیر جو صحابہ اور تابعین سے مروی ہیں۔

۱…… حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ: ’’ظالموں سے دوستی نہ کرو۔ ان کا کہنا نہ مانو۔‘‘

۲…… حضرت ابوالعالیہؒ نے فرمایا: ’’ان کے اعمال وافعال کو پسند نہ کرو۔‘‘

۳…… حضرت عکرمہؒ نے فرمایا ’’ان کی صحبت میں نہ بیٹھو۔‘‘

۴…… حضرت سدیؒ نے فرمایا: ’’ظالموں سے مداہنت نہ کرو۔‘‘

۵…… حضرت بیضاویؒ نے فرمایا ’’شکل وصورت میں ان کی اتباع نہ کرو۔‘‘

۶…… تفسیر قرطبی میں ہے اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل کفر، اہل معصیت، اہل بدعت کی صحبت سے اجتناب کرنا اور پرہیز واجب ہے۔

ہم آہنگی کی چھٹی صورت

دین کے بارے میں کافروں کا مشورہ مانا جائے۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ قریش مکہ کے چند سردار حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! آپ واقعی ہماری طرف بھیجے گئے ہیں۔ اپنی مجلس سے غریب، شکستہ حال لوگوں کو ہٹا لیجئے تو ہم آپ ﷺ کے دوست بن جائیں گے۔ اس بات پر حضور ﷺ کو کچھ خیال آیا کہ شاید یہ مسلمان ہو جائیں تو ان کی بات پوری کردیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور ﷺ کو خبردار کیا گیا کہ ان کی بات فتنہ ہے۔ ان کی دوستی بھی فتنہ ہے۔ آپ ان کی بات نہ مانیں۔ پھر فرمایا: اگر ہماری طرف سے آپ کو ثابت قدم رکھنے اور معصوم رکھنے کا اہتمام نہ ہوتا تو شاید آپ ان کی طرف میلان کر لیتے: ’’لولا ان ثبتناك لقد كدت تركن اليهم شيئا قليلا (بنی اسرائیل) ‘‘ ﴿اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ ان کی طرف قلیل سا میلان کر لیتے۔﴾

ہم آہنگی کی ساتویں صورت

کفار کی رعایت کی خاطر ان کی منسوخ شدہ کتابوں کو پڑھنا۔ توراۃ، انجیل، زبور مقدس کتابیں ہیں۔ لیکن ان کے احکام منسوخ ہو چکے۔ بجز اصول اسلام کے یعنی توحید، رسالت، قیامت تک کے لئے ابدی دین ہے۔ اب قرآن نازل ہونے کے بعد تورات وغیرہ کو پڑھنا جائز نہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے ان کتب کے پڑھنے پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا: ’’عن جابر ان عمر بن الخطاب جاء الى رسول الله ﷺ بنسخة من التوارة ، فقال يا رسول الله! هذا نسخة من التوارة فسكت يجعل يقرء و وجه رسول الله ﷺ يتنفر فقال ابوبكر: ثكلتك الثواكل ما ترىٰ بوجه رسول الله فنظر عمر الى وجه رسول الله ﷺ فقال عمر: اعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله رضينا بالله ربا

وبالاسلام دینا و بمحمد نبیا فقال رسول اللہ ﷺ: والذی نفس محمد بیدہ او یدرککم موسی فاتبعتموہ و ترکتمونی لضلھم عن سواء السبیل لو کان حیاوادرک نبوتی لاتبعنی ''حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ حضور ﷺ کے پاس ایک تورات کا نسخہ لائے۔ عرض کیا یارسول اللہ! یہ تورات کا نسخہ ہے۔ حضور ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ حضرت عمرؓ تورات لے کر پڑھنے لگے۔ حضور ﷺ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: تمہاری ماں تمہیں گم کر دے۔ حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف نہیں دیکھتے۔ حضرت عمرؓ نے جب حضور ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھا تو کہا کہ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں اور اس کے رسول کی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہیں اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام آجاتے اور تم ان کی اتباع کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاتے اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت پاتے تو میری اتباع کرتے۔

(رواہ الداری مشکوۃ شریف ص۳۲)

ہم آہنگی کی آٹھویں صورت

دین کے معاملے میں کمزوری دکھانا یعنی مداہنت اختیار کرنا۔ مداہنت کی تعریف یعنی جو برائی کے دفع کرنے پر قادر ہو اور دفع نہ کرے۔ برائی کا لحاظ کرکے یا دین کے بارے میں بے پرواہی کرتے ہوئے۔ کفار مکہ حضور ﷺ کو کہتے آپ بت پرستی کے متعلق سخت رویہ ترک کردیں۔ ہمارے معبودان کی تردید نہ کریں۔ ہم بھی آپ کے خدا کی تعظیم کریں گے۔ آپ کے طور طریقہ، مسلک و مشرب سے تعرض نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمادی کہ آپ مکذبین کا کہنا نہ مانیں۔ ان کی غرض آپ کو ڈھیلا کرنا ہے۔ ایمان لانا نہیں اور رقیت تسلیم کرنا نہیں۔ یہ کہتے ہیں: ''لو تدھن فیدھنون ''اگر آپ نرم ہو جائیں ہم بھی نرم ہو جائیں گے'' وہ احکام جن کو کفار اور مشرکین ناپسند کریں مسلمان ان کو بیان کرنا چھوڑ دیں۔ یعنی ان سے نفرت والا معاملہ کرنے کی بجائے رحم والا معاملہ کیا جائے۔ کفار اور مشرکین کو معبودان باطلہ کو پرستش سے روکا نہ جائے اور وہ لوگ بھی مسلمانوں پر تنقید کرنا چھوڑ دیں گے۔ گویا طے پایا جائے کہ تم ہمارے معبودان کو کچھ نہ کہو۔ ہم تمہارے اسلام کے بارے میں کچھ نہ کہیں گے۔ حاصل یہ ہے کہ بتوں کی تردید کرکے اسلام کی تبلیغ چھوڑ دو یعنی مداہنت اختیار کرو۔ جاری ہے!

چناب نگر میں سیرت النبی ﷺ کا جلسہ

۱۱ ربیع الاوّل ۱۴۳۵ھ بروز پیر بعد نماز عشاء جامع مسجد غلام محی الدین (چھنی قریشیاں) چناب نگر میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا محمد وسیم اور مولانا غلام رسول دین پوری نے حضور اقدس ﷺ کی سیرت طیبہ اور عقیدۂ ختم نبوت پر بیان کیے۔ حاضرین مجلس نے ہمہ تن گوش ہو کر بیانات سنے۔ چناب نگر کی مختلف جگہوں پر مختلف علماء کرام نے بیان فرمائے۔ مولانا غلام مصطفیٰ قادیانیوں کو دعوت اسلام پیش کی۔

انڈیا میں ایک ہفتہ کا سفر

قسط نمبر:2

مولانا اللہ وسایا

۱۲ردسمبر کی مصروفیات

۱۲ردسمبر صبح ہوٹل کے کمرے میں نماز باجماعت ادا کی۔ مولانا رشید احمد لدھیانوی امام الصلوٰۃ بنے۔ فقیر ان کا اکلوتا مقتدی ٹھہرا۔ نماز کے بعد چائے، کافی، کا جملہ سامان ہوٹل میں موجود تھا۔ الیکٹرک چینک تھی۔ فقیر نے کافی تیار کی۔ مولانا لدھیانوی نے نوش جان فرمائی تو اچھا بنانے کی تعریف کی۔ میری جان میں جان آئی۔ اب پسندیدہ موضوعات پر گفتگو شروع ہوگئی۔ گھنٹہ بھر تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ یکے بعد دیگرے غسل، وضو، تازہ کر کے ابھی مکمل تیار بھی نہ ہونے پائے تھے کہ انٹرکام پر پیغام ملا کہ دوسری منزل پر واقع ڈائننگ ہال میں ناشتہ تیار ہے۔ ہم چوتھی منزل سے دوسری منزل پر آئے تو وفد کے قریباً جملہ اراکین تشریف لا چکے تھے۔ اپنی اپنی مرضی کا ماحضر سے انتخاب کر کے ناشتہ کیا۔ میری مدد مولانا عبدالقیوم نعمانی کے صاحبزادہ ابوبکر اور حضرت مولانا امجد خان مدظلہ نے کی۔ جولا کر رکھا، فقیر نے پیٹ میں اتار لیا۔ ورنہ مابدولت کو تو ان ہوٹلوں کے آداب کا بھی پتہ نہیں۔ ناشتہ پر بھی تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں آئے۔ تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی کہ گاڑیاں تیار ہیں۔ نیچے آجائیں۔ کاؤنٹر سے پاسپورٹ وصول کئے۔ گاڑیوں میں بیٹھے۔ چندی گڑھ سے پنجور گارڈن جانا تھا۔ جونہی مین روڈ پر آئے، سامنے پہاڑ نظر آئے تو ڈرائیور نے بتایا کہ یہ شملہ کے پہاڑ ہیں۔ جو یہاں سے سو کلومیٹر پر واقع ہے۔ گاڑیاں دوڑتی رہیں۔ راستہ میں بندروں کے غول کے غول سڑک پر دیکھے جو آنے جانے والوں سے بے نیاز اپنی اچھل کود میں مصروف تھے۔ کھلے بندوں ان کا اس طرح آزادانہ گھومنا پھرنا نئی چیز تھی۔ اتنے میں پنجور نامی گاؤں کے باغ میں پہنچے۔ باغ اورنگزیب عالمگیر کا بنایا ہوا ہے۔ ۱۷ رویں صدی میں یہ تعمیر کیا گیا۔ جناب فدا خان نے ڈیزائن کیا۔ انہوں نے شاہی مسجد لاہور بھی ڈیزائن کی تھی۔ یہ باغ آج بھی اسی طرح اپنے بنانے والوں کی عظمتوں کا اعلان کر رہا ہے۔ قسم قسم کے پھل دار، پھول دار، سایہ دار، مسحور کن، بلند وبالا، رنگ برنگے درخت، باغ میں قائم عمارتیں فن تعمیر کا شاہکار، آج بھی بڑے ذوق وشوق سے لوگ اس کے نظارے سے دل بہلاتے ہیں۔ ہمارا وفد تمام سیاحوں کی نظروں کا مرکز رہا۔ یہ دیکھ کر حیرت انگیز خوشی ہوئی کہ پرائمری سکول کے طلباء کا ایک گروپ آیا ہوا تھا۔ اس میں مسلمان، سکھ، ہندو، تمام طلباء شامل تھے۔ باہمی اس طرح محبتوں سے سرشار کہ بہت ہی حیرت زدہ۔ اس ماحول میں فقیر کھو گیا۔ ہمارے ہاں تو خیر سے اسلام کے نام سے موسوم فرقے ہی باہمی دست بگریبان۔ خون اتری آنکھوں سے ایک دوسرے سے برتاؤ کرتے ہیں۔ کیا دنیا میں جینے کے یہی لچھن ہوتے ہیں؟

باغ میں گھومے، عمارتوں کو دیکھا، اس کے تالاب وفوارے دیکھے۔ بڑوں کی بڑی باتیں۔ مغل بادشاہ واقعی یادگاریں قائم کرنے میں بھی بادشاہ تھے۔ (یاد رہے چندی گڑھ کو تین صوبوں کی سرحد لگتی ہے۔ پنجاب، ہریانہ،

ہماچل) گھنٹہ ڈیڑھ بعد یہاں سے چلے تو دوبارہ چنڈی گڑھ کے راستہ سے سرہند جانے کے لئے وفد رواں دواں ہوا۔ راستہ میں کھرڑ پٹیالہ، راجواڑہ کے بورڈ بھی نظر آئے۔ ایک ہوٹل پر چائے کے لئے رکے۔ پچاس کلومیٹر کا سفر ہوگا یہاں سے سرہند شریف کا۔ جب وہاں پہنچے تو ظہر کی نماز ہو چکی تھی۔ سرہند شریف خانقاہ مبارک کی قدیمی تاریخی مسجد میں مولانا فضل الرحمٰن نے امامت کرائی۔ میرے ایسے جن لوگوں نے تازہ وضو بنانا تھا وہ بعد میں حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کی امامت میں ادائے فرض سے سبکدوش ہوئے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو موجودہ سجادہ نشین سرہند شریف جناب خلیفہ محمد صادق رضا مجددی کے ظہرانہ میں وفد نے شرکت کی۔ یہاں سے فارغ ہوتے ہی مزارات پر حاضری دی۔ مہمان خانہ سے مسجد کو جائیں تو مسجد کے مین گیٹ میں داخل ہونے کے بجائے گیلری سے سیدھے جائیں۔ صحن سے گزرتے ہی آپ حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر ہیں۔ آپ کے مزار مبارک کے حجرہ شریفہ میں آپ کے دو صاحبزادے خواجہ محمد صادقؒ اور حضرت خواجہ محمد سعیدؒ بھی مدفون ہیں۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب تو حجرہ مبارکہ میں داخل ہوتے ہی حضرت مجدد صاحبؒ کی پائنتی کی جانب سر جھکائے، دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ کو چھپائے، دعا کرنے کے انداز میں گردن نیچی کئے ایسے بیٹھے کہ خاصہ وقت گزر گیا۔

آپ کے پاس پہلو میں پہلے مولانا عبدالغفور حیدری بیٹھے، وہ اٹھے تو مولانا خالد محمود سومرو بیٹھ گئے۔ سب سے آخر میں مولانا فضل الرحمٰن کیفیت دعا یا مراقبہ سے فارغ ہوئے تو آنکھیں سرخ تھیں۔ اور چہرہ پر احترام ومحبت کی کیفیات۔ اتنے بھی مولانا امداداللہ، مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری، مولانا زاہدالراشدی باری باری دعا کے لئے آتے رہے۔ فقیر کھڑا بت بنا رہا۔ یہاں سے فارغ ہوئے تو حضرت خواجہ محمد معصوم صاحبؒ کے مزار مبارک پر حاضری دی۔ جو حضرت مجدد صاحب کے مزار سے ہٹ کر بجانب قبلہ دو ایکڑ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ خانقاہ سے کچھ دور حضرت مجدد صاحبؒ کے والد گرامیؒ کا مزار مبارک ہے۔ وہ کچھ فاصلہ پر تھا۔ وہاں نہ جاسکے۔ واپسی ہوئی تو عصر کی نماز سرہند شریف مسجد میں باجماعت پڑھی۔ اب سجادہ نشین صاحب، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ اور دوسرے چند حضرات کو اپنے گھر لے گئے۔ وہاں چائے پلائی اور اجازت ملی تو وفد روانہ ہوا۔ اب وفد نے سہارنپور جانا ہے۔ لیکن ٹھہریئے۔ مجھے سرہند میں تھوڑی دیر اور رکنا ہے۔

سرہند شریف مسجد ومزار میں داخل ہوں۔ تو خانقاہ شریف کے دروازہ پر سامنے سڑک کے اس پار گردوارہ ہے۔ بہت ہی خوبصورت ووسیع اور خاصا پر رونق۔ فتح گڑھ کے نام پر گردواروں کا شہر آپ قرار دے لیں تو حرج نہیں۔ کہ بہت ہی کثرت سے گردوارے ہیں۔ ہاں میں بھول گیا کہ جب ہمارا وفد خانقاہ شریف میں داخل ہوا تو مزار مبارک حضرت مجدد پر سکھ حضرات بھی احترام میں کھڑے تھے۔ اور دعائیں کر رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ غیر مسلم بھی کثرت سے یہاں سلام کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ سچ ہے کہ اللہ والوں کی محبت لوگوں کے دلوں پر آسمانوں سے اترتی ہے۔ وہاں صحن میں ایک دروازہ لگا تھا۔ معلوم ہوا کہ حضرت مجدد صاحبؒ کے اصل مزار پر جانے کے لئے سرنگ کے منہ پر یہ دروازہ ہے۔ یہاں سے نیچے جانا پڑتا ہے۔ جہاں ہم نے دعا کی وہ گراؤنڈ فلور کا مزار ہے۔ بعینہ اصل کے اوپر۔ اصل تہہ خانہ میں ہے جسے سرنگ کے ذریعہ راستہ جاتا ہے۔ اصل مزارات آج بھی کچے سادہ سنت وشریعت کے

مطابق ہیں۔اس سے آپ کے حامی بدعت ہونے کی ادا مبارک کو حق تعالیٰ نے مزار شریف کے ذریعے بھی محفوظ رکھا ہوا ہے۔ جہاں ہم نے سلام عرض کیا۔اس کمرہ کے اوپر بھی کمرہ ہے۔اس میں بھی مزارات بنائے گئے ہیں۔عرس کے دنوں میں فرسٹ فلور، گراؤنڈ فلور پر لوگ سلام عرض کرتے ہیں۔اصل مزار مبارک کچا اور سادہ تہہ خانے میں واقع ہے۔ہماری وہاں موجودگی میں عصر کی اذان ہوئی۔آج بھی حضرت مجدد صاحبؒ کے مزار مبارک کی مسجد شریف میں صلوٰۃ وسلام کے بغیر اذان ہوتی ہے۔خلیفہ صاحب یعنی سجادہ نشین ہمارے وفد کے ہمراہ رہے۔آپ نے بہت ہی عزت دی۔یہ سب صحیح العقیدہ ہیں۔مزار شریف جاتے ہوئے بہت دکانیں ہیں۔اس میں مکتبے بھی ہیں۔لیکن وفد کے پاس وقت نہ تھا۔طائرانہ نظر تو پڑی، تفصیلی جائزہ کا موقع نہ ملا۔آج حضرت مجدد صاحبؒ کے مزار مبارک پر ہمارے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ یاد ہی نہیں آئے۔ بلکہ آپ کی یادوں اور حضرت مجدد صاحبؒ کے قدموں کے درمیان کھو گیا۔ بظاہر کہ کھڑا تھا۔ارے سوچو تو سہی! سعادت مندی کہاں لے آئی؟ آل، اولاد، جماعت، رفقاء کے لئے رب کریم کے حضور بھیک مانگی۔خوب مانگی اور امید ہے کہ میں نے اپنے حساب سے مانگی۔اللہ تعالیٰ نے بے حساب عنایت فرمائی ہوگی۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں افسانہ نہ بن جائے۔ ورنہ دل کی کیفیت تو سوا ہے۔

سرہند شریف

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ولادت باسعادت شوال ۹۷۱ھ مطابق جون ۱۵۶۳ء میں ہوئی۔سرہند شریف آپ کی ولادت سے دوسو برس پہلے سے آباد چلا آرہا ہے۔اس کا قدیم نام سہرند تھا۔سہ ہندی میں شیر کو کہتے ہیں۔رند کے معنی جنگل ہیں۔سہرند کا قریب المخرج سرہند ہوا۔یا یہ کہ ایک زمانہ میں یہ شہر غزنویوں اور ہندوؤں کے لئے سرحد کا کام دیتا ہے۔اس لئے سرّ ہند کہلایا۔۱۱۵۱ء میں سلطان محمد غوری نے اسے فتح کیا۔فیروز شاہ تغلق نے اسے ترقی دی۔ بابر اور ہمایوں بھی سرہند آئے۔ یہاں سے دہلی دوبارہ جاکر تخت وتاج سنبھالا۔ عہد مغلیہ میں ۳۶۰ رمساجد، سرائے، کنویں اور مقبرے پائے جاتے تھے۔حضرت مجدد صاحبؒ نے بھی وقیع کلمات اپنے شہر کے متعلق استعمال کئے۔(دعوت وعزیمت ج۴ص۱۳۱) آج باقی مساجد تو اپنی جگہ خود حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد گرامی کی مزار شریف کے قریب کی مسجد کی ویرانی دیکھی نہیں جاتی۔یہ مجھے ایک دوست نے بتایا۔کہاں مولانا ابوالکلام یاد آئے۔آپ نے تقسیم کے وقت دہلی جامع مسجد سے مسلمانوں کو ترک وطن سے منع کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:’’تم تو جارہے ہوان مساجد کو کن کے سپرد کر کے جارہے ہو۔تم چلے گئے تو ان لاکھوں مساجد کا کیا بنے گا؟‘‘ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید! حضرت مجدد الف ثانیؒ کا سلسلہ نسب ۳۱ رواسطوں سے حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ تک پہنچتا ہے۔

آپ نسباً فاروقی ہیں۔شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے ۲۸ رواسطوں کا ذکر کیا ہے۔ (ایضاً ص۱۲۸ حاشیہ)

غرض فاروقی النسب قریشی ہیں۔آپ کے والد گرامی کا نام مخدوم عبدالاحد ہے۔حضرت مجدد صاحب کے پندرھویں جد شہاب الدین علی فرخ شاہ کابلی تھے۔انہیں کے سلسلہ سے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ بھی ہیں۔حضرت مجدد صاحب کے جد سادس امام رفیع الدین، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال بخاری (وفات ۷۸۵ھ) اوچ شریف کے امام الصلوٰۃ اور خلیفہ تھے۔مخدوم سید جلال بخاریؒ نے امام رفیع الدین کو سرہند شریف

بھیجا تھا اور انہوں نے آپ کے حکم پر یہاں قیام فرمایا۔(ایضاً ص۱۳۰)

حضرت مجددؒ کے والد گرامی حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی صابریؒ سے بیعت تھے۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کے بعد حضرت کے خلیفہ رکن الدین سے خلافت حاصل کی۔ ان دو بزرگوں کے علاوہ شاہ کمال کیتھلیؒ سے بھی آپ کا ربط خاص تھا۔ حضرت مخدوم عبدالاحد ظاہری و باطنی علوم کے ماہر تھے۔ علم شریعت بڑی عمر میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے حکم پر حاصل کیا۔ آپ نے جون پور، بنگال میں طلب علم کے لئے سفر کئے۔ حضرت مجدد صاحبؒ اپنے والد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تمام علوم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ لیکن فقہ واصول فقہ میں آپ کی نظیر نہ تھی۔ فقہ کے درس میں امام ابوحنیفہؒ کی علوشان، جلالت، و امامت کو نمایاں اور عیاں کرتے تھے۔ حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا اپنے والد سے سنا کہ اہل بیت کرامؓ کی محبت کو ایمان کی حفاظت اور حسن خاتمہ میں بڑا دخل ہے۔ جب والد صاحب کو سکرات شروع ہوئی تو میں نے آپ کو یاد دلایا۔ فرمایا الحمد للہ والمنۃ! کہ میں اس محبت میں سرشار اور اس دریائے احسان میں غرق ہوں۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ، کن برایمان خاتمہ (زبدۃ المقامات ص۱۲۳) جو بدنصیب خارجی، سیدنا علیؓ، سیدنا حسینؓ، سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے متعلق دلخراش، بیہودہ یاوہ گوئی کرتے ہیں۔ قارئین کرام یقین فرمائیں کہ ان ملاعنہ سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

حضرت مجدد صاحب کے والد گرامی کا وصال ۱۰۰۸ھ میں ہوا۔ سرہند شریف سے مغربی جانب ایک میل پر آپ کا مزار واقع ہے۔ حضرت مجدد صاحبؒ کے چھ بھائی تھے، حضرت مجدد صاحبؒ نے شاہ کمال کیتھلی کا دور بچپن میں پایا۔ حضرت شاہ کمالؒ آپ پر کمال درجہ توجہ فرماتے تھے۔ والد صاحب کے ساتھ ان کی خدمت کو جاتے تھے، حضرت مجدد صاحبؒ نے تھوڑی مدت میں تکمیل حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ پھر والد صاحب سے علوم عربی پڑھے۔ مولانا کمال کشمیریؒ جو سیالکوٹ میں مقیم تھے اور معروف علامہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے بھی استاذ تھے۔ ان سے بھی حضرت مجدد صاحب نے منتہی کتب پڑھیں۔ شیخ ابن حجر ہیثمی مکی محدث کے شاگرد شیخ یعقوب صرفی کشمیریؒ سے حضرت مجدد صاحبؒ نے علم حدیث حاصل کیا۔ آپ اپنے والد گرامی کی زندگی میں تمام علوم حاصل کر چکے تھے۔ آپ نے درس و تدریس کا بھی سلسلہ قائم کیا۔ آگرہ بھی گئے۔ ابوالفضل وفیضی سے بھی ملاقات رہی لیکن اختلاف ذوق و مسلک کی وجہ سے مناسبت نہ ہوئی۔ تاہم فیضی آپ کے تبحر علمی کا نہ صرف قائل تھا بلکہ استفادہ بھی کرتا تھا۔ (ایضاً ص۴۰)

آگرہ قیام طویل ہوا تو حضرت مجدد صاحبؒ کو آپ کے والد گرامی شیخ عبدالاحد آگرہ سے جاکر سرہند لے آئے۔ اس سفر میں سرہند و آگرہ کے درمیان تھانیسر میں قیام ہوا۔ تو تھانیسر کے حاکم شیخ سلطان کے ہاں قیام ہوا۔ اشارہ غیبی ہوا یا حضرت مجدد صاحب کے اخلاق وخصوصیات کی بناء پر حاکم نے حضرت مجدد صاحبؒ سے اپنی بیٹی کا عقد کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یوں شیخ عبدالاحد نے اپنے بیٹے حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ کے ساتھ اپنی بہو کو بھی رخصت کر کے سرہند تشریف لائے۔ سرہند پہنچ کر حضرت والد صاحب سے حضرت مجدد صاحبؒ نے علوم ظاہری و باطنی کا اکتساب جاری رکھا۔

والد صاحبؒ سے بھی سلسلہ چشتیہ وقادریہ کا سلوک مکمل کیا۔ والد صاحبؒ کے وصال کے بعد ۱۰۰۸ھ میں حج کی سعادت حاصل کرنے کے ارادہ سے دہلی آئے تو حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کا اصل نام رضی الدین ابو المؤید عبدالباقی بن عبدالسلام ختیؒ ہے۔ مشہور خواجہ باقی باللہ کابلی ثم دہلوی کے نام سے ہوئے۔ آپ ۹۷۱ھ کو کابل میں پیدا ہوئے۔ آپ نے متعدد مشائخ سے کسب فیض کیا اور نقشبندی سلسلہ کے امام قرار پائے۔ قلعہ فیروزی دہلی میں بڑی نہر اور بڑی مسجد تھی وہاں وفات تک مقیم رہے۔ سلسلہ نقشبندیہ ہندوستان میں دو ذرائع سے پھیلا۔ خواجہ عبیداللہ احرارؒ کے بھتیجے خواجہ امیر ابوالعلاء اکبرآبادیؒ کے ذریعے سے جو سلسلہ چلا۔ اس میں چشتیہ ونقشبندیہ باہم مخلوط ہیں۔ دوسرا طریق حضرت خواجہ باقی باللہ کا ہے۔ اصلاً سلسلہ نقشبندیہ بھی ہے جو اختلاط سے مبرا ہے۔ خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ذریعے پورے عالم میں اس سلسلہ کا فیض چلا۔ خواجہ باقی باللہ نے ۱۰۱۴ھ میں دہلی چالیس سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ دہلی مغربی میں قدم رسول کے قریب آپ کا مزار ہے۔ جو زیارت گاہ خلائق ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت خواجہ باقی باللہ سے کیا ملے۔ گویا مرشد اپنے مرید کے انتظار میں تھا۔ حضرت خواجہ بڑے دیرآشنا طبیعت کے مالک تھے۔ لیکن یہاں تو اللہ رب العزت کو منظور ہی یہ تھا کہ حضرت خواجہ کے ذریعے حضرت مجدد صاحبؒ سے تجدید کا کام لینا تھا۔ حضرت خواجہ نے خود فرمایا کہ آپ ہمارے پاس چند روز مہمان رہیں، ایک ماہ، ایک ہفتہ ہی سہی۔ حضرت مجدد صاحبؒ نے حامی بھری۔ ڈیڑھ ماہ حضرت خواجہ کی خدمت میں رہے۔ پہلے دن شیخ نے توجہ دی تو حضرت مجدد صاحب کا ذکر قلبی کا لطیفہ جاری ہوگیا۔ روز بروز تصوف کے مراتب درجہ بدرجہ طے ہوتے رہے۔ حضرت خواجہ نے ایک روز فرمایا کہ تمہیں نسبت نقشبندیہ کامل طور پر حاصل ہوگئی۔ آپ سرہند آگئے۔ دوبارہ شیخ سے ملنے دہلی گئے۔ تو خرقہ خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ تیسری بار گئے تو حضرت خواجہ نے دہلی سے باہر نکل کر آپ کا استقبال کیا۔ حضرت خواجہؒ نے اس بار فرمایا اب امید حیات کم ہے۔ اپنے کم سن بیٹوں اور اہلیہ کی تربیت کا فرمایا اور ساتھ ہی خوشخبری دی کہ آپ ایسا چراغ بنیں گے جس سے ایک عالم روشن ہوگا۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا شیخ احمد وہ آفتاب ہیں جن کی روشنی میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں۔ حضرت مجددؒ سرہند میں رہے۔ زیادہ وقت گوشہ نشینی میں گزرا۔ ہندوستان میں دہلی کے بعد لاہور دوسرا بڑا مرکز علمی ہوتا تھا۔ حضرت مجددؒ سرہند سے لاہور تشریف لائے۔ مولانا طاہر لاہوریؒ اور دیگر حضرات آپ سے بیعت ہوئے۔ حضرت مجدد صاحب لاہور میں تھے کہ دہلی میں حضرت خواجہ کا وصال ہوگیا۔ اب لاہور سے سیدھے دہلی گئے۔ سرہند راستہ میں تھا مگر گھر نہ گئے۔ مرشد کے مزار پر گئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے عزیزان ومریدین سے تعزیت کی۔ چند روز دہلی میں رہے۔ خانقاہ حضرت خواجہ کی رونقیں بحال ہوگئیں۔ پھر سرہند آئے۔ اس کے بعد صرف ایک بار دہلی آئے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مجددانہ کام دین اکبری کا قلع قمع کرنا تھا۔ گوالیار کی اسیری ونظر بندی کے ابتلاء سے آپ گزرے۔ اس وقت حضرت مجدد صاحبؒ کی مقبولیت کا اس سے اندازہ کریں کہ آپ کے ایک خلیفہ مولانا سید آدم بنوریؒ لاہور تشریف لائے تو دس ہزار علماء، مشائخ وسادات نے آپ کا استقبال کیا تھا۔ اگر مرید کی مقبولیت کا یہ عالم ہے تو شیخ کی مقبولیت کا کیا عالم ہوگا؟

آپ کی گرفتاری جہانگیر کے حکم سے ربیع الثانی ۱۰۲۸ھ کو ہوئی۔ آپ کی حویلی، سرائے، کنواں اور کتابیں ضبط کرلی گئیں۔ اور متعلقین کو یہاں سے منتقل کردیا گیا۔ دو برس آپ مقید رہے۔ اس دوران سینکڑوں بت پرستوں نے اسلام قبول کیا۔ اور سینکڑوں قیدی تائب ہوئے۔ قلعہ گوالیار اور شاہی لشکر سے واپسی کے بعد اجمیر شریف میں بھی چند روز رہے۔ آپ کے صاحبزادہ خواجہ محمد سعیدؒ اور خواجہ محمد معصومؒ یہاں آپ سے ملے۔ آپ کے تجدیدی کارناموں کے لئے مولانا علی میاںؒ کی کتاب تاریخ دعوت وعزیمت جلد چہارم کا مطالعہ کریں۔ آپ کا وصال ۲۸ رصفر ۱۰۳۴ھ کو ہوا۔ آپ کے صاحبزادہ خواجہ محمد صادقؒ کا آپ کی زندگی میں وصال ہوا۔ خواجہ محمد سعیدؒ، خواجہ محمد معصومؒ آپ کے صاحبزادگان اور دیگر خلفاء کے ذریعے آپ کے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض وبرکات کل عالم کو پہنچے۔

وائے عاشقی! میں کہاں کہاں سے گزر گیا۔ چلئے واپس چلتے ہیں۔ سرہند شریف سے چل کر آگے قافلہ کی منزل سہارنپور تھی۔ شیخ الحدیث برکت العصر حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے جانشین حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے ہاں حاضری تھی۔ اور عشائیہ تھا۔ سرہند شریف سے چلے۔ راستہ میں انبالہ سے گزرے۔ مغرب بھی کسی پٹرول پمپ پر حضرت قائد محترم کی امامت میں پڑھی۔ عشاء کے بعد سہارنپور پہنچے۔ میرے مخدوم حضرت مولانا سید محمود میاں نے راستہ میں بتایا کہ سہارنپور کا اصل نام شاہ ہارون پور تھا۔ وہ اس شہر کے بانی تھے۔ زمانہ گزرنے سے شاہ ہارون پور سے سہارنپور ہوگیا۔ اس طرح آپ نے بتایا کہ لاہور میں گیٹ ''مستی گیٹ'' ہے۔ اس کا اصل نام مسجدی گیٹ تھا۔ اس گیٹ کے ساتھ مسجد ہے۔ مسجد کو پنجابی میں مسیت کہتے ہیں۔ تو مسیتی گیٹ ہوا۔ پھر آگے چل کر ''مستی گیٹ'' ہوگیا۔

رات عشاء کے بعد سٹی سنٹر میں واقع حضرت شیخ الحدیثؒ کے مکان پر حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری استاذ الحدیث، ناظم مظاہر العلوم کی سربراہی میں مدرسہ کا عملہ، منتخب طلباء اور خواص استقبال کے لئے جمع تھے۔ ایک ایک گاڑی مکان کے دروازہ پر لگتی، مہمان اترتے۔ مصافحہ ومعانقہ ہوتا۔ مہمان گھر کی طرف روانہ ہوتے پھر دوسری گاڑی لگتی۔ جب ہماری گاڑی لگی فرنٹ سیٹ سے مولانا امجد خان اترے۔ استقبال ہوا۔ اس کے بعد فقیر نے دروازہ کھولا۔ اترنے کے لئے سنبھلا۔ گاڑی سے سر نکالا تو مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری نے پہچان لیا۔ بڑی محبت سے اعلان کرتے ہوئے خوب زور زور سے فرمارہے ہیں: ''لو ہمارے مولانا اللہ وسایا بھی آگئے۔'' اب طلباء اور اساتذہ نے فقیر کو گھیر لیا۔ حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی سے ملے۔ فقیر ابھی بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک دفعہ پھر ارتعاش پیدا ہوا کہ میر کارواں قائد محترم حضرت مولانا فضل الرحمن تشریف لائے۔ حضرت مولانا طلحہ کاندھلوی نے بازو آپ کے گلے میں حمائل کئے۔ اس منظر کو دیکھ کر محبت کے مارے آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ اب تمام آچکے تو حضرت مولانا محمد شاہد صاحب نے مجھے فرمایا کہ رائیونڈ سے واپسی پر ''احتساب قادیانیت'' کی باون جلدیں لیکر آیا تھا۔ بارہ ہزار جہاز والوں کو کتاب کا کرایہ دینا پڑا۔ لیکن مکمل سیٹ لیکر آیا تھا۔ آج وہ سیٹ طلباء کو مطالعہ کے لئے جو ختم نبوت پر تخصص کررہے ہیں، ان کو دینا تھا۔ آپ کا تذکرہ وتعارف ہوا۔ گھنٹہ بھر کتاب کا تعارف ہوا۔ معلوم بھی نہیں تھا کہ آپ آج آئیں گے۔ آپ کو دیکھا تو دل باغ باغ ہوگیا۔

قارئین! قدرت کی طرف سے اس مرکز علم وفضل میں یہ وقیع کلمات فقیر کے لئے انعام الٰہی تھا۔ جب

طلباء نے استاذ محترم کے اس خصوصی کرم کو دیکھا تو فقیر سے انہوں نے بھی محبت فرمائی۔ فقیر مارے ندامت کے وضو کا بہانہ کر کے مکان کی شرقی سائیڈ پر علیحدہ ہوگیا۔ قارئین یہ حضرت شیخ الحدیث کا مکان ہے۔ آج ہم وہاں ہیں جہاں حضرت گنگوہیؒ، حضرت مولانا سہارنپوریؒ، حضرت مولانا یحییٰ کاندھلویؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت قاری محمد طیبؒ، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، بانی تبلیغ مولانا محمد الیاسؒ، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ سے لے کر مولانا ہارون تک سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ سے لے کر مولانا سید اسعد مدنیؒ تک غرض برصغیر کی کوئی اہم دینی و علمی شخصیت ایسی نہیں جس نے یہاں قدم نہ لگائے ہوں۔ آج وہاں اس اعزاز کے ساتھ حاضری، بھلا تصور تو کریں؟ وہی مکان، میرے خیال میں ایک اینٹ کا بھی اضافہ نہیں ہوا۔ وہی پرانا دستی ہینڈ پمپ (نلکا) بس دیکھتے ہی رہ گیا۔ دیوانوں کی طرح محو حیرت ہوں۔ وضو سے فارغ ہوا۔ مولانا محمد شاہد صاحب نے پھر پکارا ادھر آیئے! فقیر جہاں کھڑا تھا بیٹھ گیا۔ وہ مسکرا کر خاموش ہوگئے۔ حضرت مولانا زاہد الراشدی رش سے بچنے کے لئے فقیر کے قریب ہوئے۔ دستر خوان لگا۔ برکتوں اور محبتوں کا پرتو لئے ہوئے تھا۔ کھانا سے فارغ ہوئے۔ حضرت مولانا طلحہ کاندھلوی مدظلہ سے اطمینان سے مصافحہ ہوا۔ دعائیں لیں۔ اور مسجد آگئے۔ یہ محلّہ کی جامع مسجد جہاں سالہا سال حضرت شیخ الحدیثؒ نے اعتکاف کیا۔ اس قدیم مسجد میں مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے امامت کرائی۔ سنن ونوافل، وتر سے فارغ ہوئے تو حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب نے اعلان کیا۔ تمام اساتذہ طلباء ممبر کے قریب جمع ہوگئے۔ اچھا بھلا جلسہ کا سماں بن گیا۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب نے علم، علماء، طالب علم، کتاب، مدرسہ، حدیث، مسند حدیث، حضرت شیخ الحدیث غرض اتنی مربوط و جامع گفتگو کی جو خیر الکلام یا کلام الملوک کا مصداق تھی۔ جامع ومختار خطاب پر اہل علم جھوم جھوم اٹھے۔ یہاں مجھے مولانا قاری محمد عبداللہ بنوں والے بہت یاد آئے، جو فرماتے ہیں کہ مولانا فضل الرحمن خطاب کے لئے کھڑے ہوں تو لگتا ہے کہ آپ کے سامنے کتاب کھل جاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دلیل کی دنیا میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ دعا کے بعد زیارت ومصافحہ والوں نے آپ کو گھیر لیا۔ گاڑیوں میں بیٹھنے کے بجائے مسجد و مدرسہ کی وسیع و عظیم خوبصورت عمارت سے نکلے تو سڑک کے اس پار ’’شیخ الحدیث منزل‘‘ تھی۔ جو کئی منزلہ اور فن تعمیر کا شاہکار، نئی، چمکدار اور آب دار۔ وہاں چائے پی تو مولانا راشد صاحب گورکھپوری نے تعارف کرایا۔ جو تخصص ختم نبوت کے شعبہ میں مدرس ہیں۔ اپنی کلاس تخصص میں لے گئے۔ کتابوں کو دیکھا۔ پاکستان میں شائع شدہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جملہ اہم کتب موجود تھیں۔ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ جسے حضرت لدھیانوی شہیدؒ کے حکم پر تخریج کر کے مجلس نے ملتان سے شائع کیا تھا۔ اس پاکستانی نسخہ کا عکس ہندوستان میں طبع کیا گیا ہے۔ اسے دیکھا تو گمان نہیں، یقین ہونے لگا کہ حق تعالیٰ فقیر کی بخشش ضرور فرمائیں گے۔ خیر کیا عرض کروں۔ بہت خوشی ہوئی۔ اتنے میں حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری تشریف لائے۔ بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا۔ مبارک باد دی۔ وفد چلا گاڑیوں میں بیٹھا۔ حسرت بھری نظروں سے مظاہر العلوم کے جاہ وجمال، بزرگوں کی محنت اور ان کے قدموں کے نشان پر خود کو کھڑا پا کر جو مسرت حاصل ہوئی، اسے سمیٹتے ہوئے گاڑیوں میں کیا بیٹھے۔ بس بٹھا دیئے گئے۔

گاڑیاں چلیں تو سامنے دارالعلوم دیوبند جانیوالی سڑک، پشت کی جانب مظاہر العلوم۔ ہاں قبلہ! وہ مظاہر جسے حضرت مولانا احمد علی شارح بخاریؒ، محدث سہارنپوریؒ نے قائم کیا۔ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے شاگرد حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بھی تھے۔ اس ماحول سے کیونکر رخصتی ہوئی؟ کیفیات بیان کروں۔ کروں بھی تو کیسے؟ کل سے انڈیا میں پھر رہے ہیں اور اب رات گئے دیوبند جارہے ہیں۔ حضرت مولانا سید محمود میاں، حضرت مولانا سید محمد میاں ناظم عمومی، جمعیت علماء کے پوتے ہیں۔ آپ کا خاندان آگے چل کر حاجی عابد حسین سے جاملتا ہے۔ جو دارالعلوم دیوبند کے بانی رکن تھے۔ مولانا سید محمود میاں نے حالات وواقعات سہارنپور و دیوبند کے تذکروں پر مشتمل سنائے۔ گاڑیاں شہر کے وسط سے چلی تھیں۔ نکلتے نکلتے پورے شہر کا نظارہ ہوگیا۔ گویا حضرت شیخ الحدیثؒ کی آپ بیتی کا دیدار ہوگیا۔ وہ ریلوے سٹیشن جہاں سے حضرت مدنیؒ اتر کر آرہے ہیں۔ اور پھر یوں سڑک کے راستے رائے پور جارہے ہیں۔ وائے عاشقی! میں کیا بیان کروں؟ کیا ترک کروں؟ دن بھر متحرک رہے تھے۔ اب آرام دہ گاڑی میں بیٹھے اندھیری سڑک پر سفر، لیکن دھکوں سے مبرا۔ تو پتہ نہیں کہ کب آنکھ لگ گئی۔ خوب آرام ہوا۔ اب نعرے لگنے سے بیدار ہوا۔ آنکھ کھولی تو جی ٹی روڈ پر دارالعلوم دیوبند کا بورڈ سامنے، دارالعلوم کا مدنی گیٹ۔ ہزاروں طلباء استقبال کررہے ہیں۔ تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ سنا ہے دارالعلوم میں بارہ ہزار طالب علم پڑھتے ہیں۔ اب خود سوچئے کہ ۳ رمنٹ کا سفر ایک گھنٹہ میں ہوا۔ گاڑی کا شیشہ نہ کھولا کہ مصافحے شروع ہوگئے۔ کچھ مرنکل جائے گا۔ ۳ رمنٹ کا سفر ایک گھنٹہ میں۔ یہ بمبئی کے "روزنامہ صحافت" کے ایک مضمون میں شائع ہوا۔ جواب بھی انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

جامع مسجد الرشید دارالعلوم دیوبند سے مدنی گیٹ، قدیم مسجد کے بغل میں واقع سڑک کے پار مہمان خانہ کے سامنے گاڑیاں باری باری آتی گئیں تو جب ہم اترے بہت دوستوں نے محبت سے ہاتھ بڑھائے۔ حضرت مولانا سید محمود مدنی سے نیازمندانہ محبت بھرا مصافحہ ہوا۔ مہمان خانہ کی لفٹ سے دوسری منزل پر گئے تو ایک صاحب شاہ عالم گورکھپوری کہہ کر بغل گیر ہوئے۔ ہاں! یہ تو میرے پرانے محسن ومخدوم۔ ان سے عرض کیا کہ گاڑیوں سے سامان آجائے تو کتابوں کے دو کارٹن آپ اٹھالیں۔ میرا بوجھ کم ہو۔ ایسے ہوا۔ فقیر فارغ، ایک چھوٹا سا بیگ جس میں تین جوڑے، ایک شاپر جس میں دوائیاں، چٹکی پروگرام، تو فارغ ہوگئے۔ اب کمرے الاٹ ہونے لگے۔ ہمارے کمرہ میں مولانا امداد اللہ کراچی، مولانا مفتی غلام الرحمٰن پشاور، ڈاکٹر خالد محمود سومرو، مولانا عبدالقیوم ہالیجوی، مولانا قمر الدین، مولانا عبدالواسع بلوچستان، مولانا رشید احمد لدھیانوی رحیم یار خان، فقیر راقم، آٹھ افراد ایک کمرہ میں ہوں گے۔ مولانا عطاء الرحمٰن نے نام پڑھے جس کا نام آتا گیا اٹھتے گئے اور خواب گاہ میں میزبانوں نے پہنچادیا۔ مولانا رشید احمد اور مولانا عبدالواسع کے درمیان فقیر راقم کا پلنگ تھا۔ وہاں بیٹھا ہی تھا۔ ایک نوجوان بہت محبت سے بغل گیر ہوا۔ معانقہ کے دوران اس نے بتایا کہ میرا نام جنید ہے۔ یہ مولانا جنید صاحب تراث الاسلامی شعبہ کمپیوٹر کے سینئر ساتھی اور مولانا شاہ عالم صاحب مدظلہ کے دست راست ہیں۔ ان سے بہت اُنس ہوا۔ لگتا ہے کہ عالم ارواح کی مانوسیت کام آگئی۔ یا یہ کہ اکثر ای میل ان کے ذریعہ ہوتا ہے۔ وہ تعارف کام آگیا۔ بہرحال بہت ہی ذہین ساتھی

ہیں۔ اتنے میں ایک اور ساتھی آگے بڑھے۔ مولانا شاہ عالم صاحب نے فرمایا کہ یہ اردو سے تمام کتب ورسائل ہندی میں ترجمہ کے ماہر ہیں۔ وہ بھی محبت واخلاص سے ملے۔ اب مولانا شاہ عالم صاحب نے فرمایا کہ صبح کا کیا نظم ہے؟ فقیر نے عرض کیا صرف دو دن ہیں۔ تھانہ بھون، گنگوہ، نانوتہ، رائے پور، جلال آباد جانے کو دل کرتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ منظوری مل جائے گی۔ اس پر بہت خوشی ہوئی۔ فقیر نے عرض کیا کہ دارالعلوم دیوبند مدرسہ میں ہی اب تین مساجد ہیں۔ مسجد چھتہ، مسجد قدیم، مسجد الرشید۔ الرشید وسیع وعریض، خوبصورتی میں بے مثال اور فن تعمیر کا شاہکار اور دنیا کی خوبصورت مساجد میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس کے تہہ خانہ میں اس وقت دارالحدیث عارضی قائم ہے۔ اس وقت بارہ صد طلباء دورہ حدیث شریف میں شامل ہیں۔ مسجد قدیم سے مراد دارالعلوم دیوبند کی وہ مسجد ہے جو دارالعلوم کے طلباء کے لئے بنائی گئی۔ سو سال سے زائد عرصہ میں یہاں کون کون سے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں نے سر نیاز جھکایا۔ رہی مسجد چھتہ تو یہ وہی مسجد ہے جہاں ایک استاذ ملا محمود اور ایک شاگرد محمود حسن نے انار کے درخت کے نیچے دارالعلوم دیوبند مدرسہ کی تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز کیا تھا۔ دیوبند قصبہ اب آکسفورڈ کی طرح مدارس وجامعات کا مرکز بن گیا ہے۔ ہر گلی میں دینی مدرسہ اور ہر موڑ پر مسجد آپ کو نظر آئے گی۔ ملا محمود استاذ اول کی مسجد ومزار بھی چلتے ہوئے دیکھا۔ وہاں بھی مدرسہ قائم ہے۔ خیر فقیر نے مولانا شاہ عالم صاحب سے عرض کیا کہ کوئی ساتھی صبح نماز سے پہلے مجھے یہاں مہمان خانہ سے وصول کرلے۔ ان مساجد میں سے کسی ایک میں نماز ہوجائے، پھر دیوبند میں بزرگوں کے مزارات پر جانے کا عمل شروع ہوجائے۔ مولانا جنید صاحب نے فرمایا کہ صبح آپ کو میں لے کر جاؤں گا۔ پہلے مسجد میں نماز پڑھیں گے۔ پھر زیارات کے لئے چلنا ہے۔ چلیں! اب سو جائیں۔ ایک بجے رات سے بھی اوپر وقت ہوگیا تھا۔ تمام کمرہ کے حضرات گہری نیند میں تھے۔ فقیر بھی سونے کے لئے دراز ہوا۔

۱۳ر دسمبر

صبح اذانوں سے قبل جاگ ہوگئی۔ وضو کر کے تیار ہوئے تھے کہ مہمان خانہ کے خادم کشمیری چائے لائے، وہ نوش کی کہ برادر مولانا جنید صاحب تشریف لائے۔ ان کے ساتھ مسجد قدیم دارالعلوم دیوبند میں جو مہمان خانہ کے دروازہ کے سامنے سے اس پار واقع ہے۔ وہاں نماز پڑھی۔ لکھنؤ سے مولانا منظور نعمانیؒ کے صاحبزادہ علامہ سجاد نعمانی کی یہاں زیارت کی۔ باجماعت نماز پڑھی، الحمدللہ! بس اب رہنے دیں کہ کیفیات بیان کرنا ممکن نہیں۔ مولانا جنید صاحب لیکر چلے۔ قدیم عمارت دارالعلوم کی بہت کچھ گرائی جاچکی، بہت کچھ باقی ہے۔ جو گرائی جاچکی اس پر جدید تعمیرات کئی منزلہ، کوہ قامت، خوبصورت سادہ مگر سلیقہ کی قائم ہیں۔ باب الظاہر کی جانب کی تمام قدیم عمارتوں کی جگہ اب جدید عمارتوں نے جلوہ گری کر رکھی ہے۔ جامع مسجد الرشید اور باب الظاہر کے درمیان پانچ منزلہ عمارت کھڑی کردی گئی ہے۔ گول عمارت اس کے گراؤنڈ فلور پر دارالحدیث ہوگا اور اوپر کی پانچ گول منزلوں میں لائبریری ہوگی۔ عمارت کا ڈھانچہ کھڑا ہوگیا ہے۔ باقی کام باقی ہے۔ جب یہ مکمل ہوگی تو لائبریری میں کئی لاکھ کتابوں کے رکھنے کی گنجائش ہوگی۔ قسمت والے دیدار وزیارت کا شرف حاصل کریں گے۔ ٹھہریے، کتاب ولائبریری فقیر کی کمزوری ہے۔ اس کے ذکر پر تھوڑی دیر کے لئے رکتا ہوں!

چلیں اب آگے بڑھیں، سانس بحال ہوگیا ہے۔ مسجد قدیم سے نکلیں جامع مسجد رشید کی طرف، تو دائیں ہاتھ کی عمارت گرائی جاچکی ہے۔ البتہ باب مدنی قدیم باقی ہے۔ جو چند دنوں کا مہمان ہے۔ اس باب سے گزرے، یہاں سے حضرت مدنیؒ گزر کر دارالحدیث میں پڑھانے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ اس گیٹ میں داخل ہوئے تو سامنے کے قدیمی مکان کی جانب متوجہ کیا گیا کہ یہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی رہائش گاہ ہے۔ یہاں اب دارالعلوم کے ناظم تعلیمات اور استاذ الحدیث، شارح معانی الآثار حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کی رہائش ہے۔ ان دنوں بمبئی کے سفر پر تھے۔ ملاقات نہ ہوسکی۔ معانی الآثار علامہ بدرالدین عینیؒ ۸۵۵ھ کی تصنیف لطیف ہے۔ اس کی شرح ''نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار'' کے نام پر کئی جلدوں میں حضرت مولانا سید ارشد مدنی نے مکمل کی ہے۔ اس کی آٹھ جلدیں تو ہمارے ملتان کے دفتر کی لائبریری میں ہیں۔ کراچی دس جلدیں ہیں۔ آٹھویں جلد کتاب الحدود اور کتاب السیر پر مشتمل ہے۔ یہ کل کتنی جلدوں میں ہے۔ معلوم نہیں، البتہ مکمل ہوگئی ہے۔ سیٹ کی شکل میں دو مقامات پر چھپی ہے۔ سعودیہ میں اور دوسری جگہ کہاں، نہیں معلوم۔ یہاں مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ اور مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ بہت یاد آرہے ہیں۔ کیوں؟ تفصیل مولانا اعجاز مصطفی صاحب سے پوچھ لی جائے۔ میں آگے چلتا ہوں۔

حضرت مدنیؒ کی رہائش گاہ کے عقب سے جامع مسجد الرشید کے سامنے سے گزرے تو جگہ جگہ امن عالم کانفرنس کے بینرز نظر آئے۔ دارالعلوم بجائے خود کئی ایکڑوں پر پھیلا ہوا ہے اور مستقل بڑے محلہ سے کم نہیں۔ اس کو دیکھنے کے لئے وقت اور صحت وعقیدت درکار ہے۔ فقیر کے پاس عقیدت تو ہے۔ وقت اور صحت کو اب کہاں سے لاؤں؟ اب یہاں سے چلے تو سامنے مولانا شاہ عالم صاحب مدظلہ تشریف لائے۔ فرمانے لگے پہلے حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے مزار پر چلتے ہیں۔ فقیر نے کہا، خوب رہا۔ یہی مناسب ہی نہیں، بلکہ انسب ہے۔ دارالعلوم کے احاطہ سے باہر آئے۔ ایک محلہ سے گزرے تو بتایا گیا کہ یہ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کا مکان ہے۔ اپنی اصلی حالت پر قائم ہے۔ اب یہاں قرآنی مکتب قائم ہے۔ تھوڑا آگے چلے تو مسجد ہے۔ خوبصورت اس کے ساتھ دو تین کنال کا باغیچہ اس کے وسط میں حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ آرام فرما ہیں۔ اب حضرت مولانا شاہ عالم مدظلہ کے ساتھ یہاں کھڑا ہوں۔ سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص، ختم نبوت کی احادیث جتنی یاد آئیں، تلاوت کیں۔ ایصال ثواب اور دعا بھی کی۔ حذیفہ، خزیمہ، محمد، عزیر، اسید خوب یاد آئے۔ انس، احمد بھی نہیں بھولے۔ امۃ اللہ اس کی والدہ، سلیمان اس کی والدہ بھی یاد ہیں۔ جماعت اور جماعتی رفقاء تو سانس کا حصہ ہیں، دعاؤں میں کھو گیا۔ کیا مانگا؟ کیا ملا؟ جس ذات تعالیٰ سے مانگا وہی بہتر جانتے ہیں۔ چلیں۔ نہیں ٹھہریں۔

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ

ولادت: ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۷۵ء وفات: ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے والد گرامی کا نام مولانا معظم شاہؒ تھا۔ حضرت کشمیری بمقام دھودواں علاقہ سولاب کشمیر میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب سے چھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کے علاوہ فارسی کے متعدد رسائل بھی پڑھ لئے تھے۔ مولانا غلام محمد صاحبؒ صوفی پورہ

والوں سے فارسی، عربی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے تین سال ہزارہ میں پڑھا۔ ایبٹ آباد کی مرکزی جامع مسجد میں آپ کا پڑھنا بھی ایبٹ آباد کے علماء میں مشہور ہے۔ سولہ یا سترہ سال کے تھے کہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ چار، پانچ سال میں دورہ حدیث تک مکمل کر کے فارغ ہوگئے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ ایسے اکابر آپ کے استاذ تھے۔ فراغت کے بعد قطب الارشاد، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے۔ آپ نے دہلی مدرسہ امینیہ میں تین سال بطور صدر مدرس کے تعلیم دی۔ پھر وطن عزیز کشمیر گئے۔ آپ نے مشاہیر کشمیر کے ساتھ حج بھی کیا۔ اسی سفر میں طرابلس، بصرہ، مصر، شام بھی تشریف لے گئے۔ واپسی پر بارہ مولا میں مدرسہ فیض عام بھی قائم فرمایا۔ تین سال یہاں گزرے۔ اسی اثناء میں دارالعلوم دیوبند میں مشہور جلسہ دستار بندی ہوا۔ آپ بھی تشریف لے گئے۔ اساتذہ کے اصرار پر یہاں مدرس ہوگئے۔ زہے نصیب کہ یہاں ابوداؤد اور مسلم شریف اسباق ملے۔ اس دوران میں گنگوہ کے عالی نسب سادات کرام کے گھرانہ میں آپ کا عقد ہوگیا۔ تجرد کے زمانہ میں مولانا محمد احمد، مہتمم دارالعلوم کے اصرار پر ان کے ہاں سے دس سال تک آپ کے کھانے کا نظم رہا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے ہوتے ہوئے ان کی سرپرستی و نگرانی میں ابوداؤد اور مسلم جیسی صحاح ستہ کی کتب پڑھا چکے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ تک یہاں اس عہدہ پر فائز رہے۔ ۱۳۴۵ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ ۱۳۵۱ھ تک یہاں کے شیخ الحدیث رہے۔ ۲؍صفر ۱۳۵۲ھ میں دیوبند میں گھر پر وصال ہوا۔ اور پھر یہاں تدفین ہوئی۔ جہاں آج فقیر کھڑا ہے۔ حضرت کشمیریؒ، ایسا حافظہ کہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوگئی۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ منجانب اللہ مامور تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے وہ کام لیا کہ اس کا تذکرہ مستقل تصنیف کا متقاضی ہے۔ مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمات بالکل بنیان مرصوص کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان حضرات نے قادیانیت کے خلاف تحریکی انداز میں کام کیا۔ میں باقی حضرات کے کام کی نفی نہیں کر رہا۔ ان کے وجود بھی انعام باری تعالیٰ تھے۔ حضرت مونگیریؒ اکیلے اپنی ذات میں انجمن تھے۔ مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے شاگردوں و متعلقین کی جماعت کو اس کام پر لگادیا۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، علامہ اقبالؒ۔ بھلا توجہ تو کریں کہ کتنے جبال علم اس کام کے لئے میدان عمل میں حضرت کشمیریؒ نے اتارے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ کی خدمات تو ختم نبوت کے محاذ پر بقول علامہ خالد محمودؒ مجددانہ شان اپنے اندر رکھتی ہیں۔ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے ذریعہ پوری مجلس احرار اور مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، نہ معلوم کون کون سی شخصیات کو اس میدان میں قدرت نے لایا۔ برصغیر میں حضرت کشمیریؒ، حضرت مونگیریؒ، حضرت جالندھریؒ اور حضرت رائے پوریؒ، فقیر کے خیال میں ان چار ستونوں پر ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک کی چھت کھڑی ہے۔ اچھا صاحب......!

حضرت شاہ صاحبؒ کے مزار مبارک کی زیارت سے فارغ ہوکر قریب میں دارالعلوم وقف ہے۔ وہاں

گئے۔ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی اپنی علالت کے باعث دلّی کے ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ زیارت نہ ہو پائی۔ صبح کا وقت، سردی کا موسم، تمام طلباء اور اساتذہ اپنے اپنے کمروں میں، بس صحن میں کھڑے ہوئے۔ ادھر ادھر چاروں سمت نظر دوڑائی اور واپس آگئے۔

التراث الاسلامی ایک اکیڈیمی طرز کا ادارہ ہے۔ مختصر جگہ پر بہت سارا کام ہو رہا ہے۔ انہوں نے کمپیوٹر کی دنیا میں ختم نبوت کے محاذ پر جو گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں اور دے رہے ہیں۔ یا ان کے جو منصوبے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ کمپیوٹر کے براعظم پر ختم نبوت کا پرچم لہرانے والوں کا یہ ادارہ امام قرار پائے گا۔ مولانا شاہ عالم مدظلہ تحریکی شخصیت ہیں۔ نہ آرام سے بیٹھتے ہیں، نہ اپنے ساتھیوں کو بیٹھنے دیتے ہیں۔ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے آپ نائب ناظم ہیں۔ دارالعلوم دیوبند شعبہ ختم نبوت کے آپ استاذ ہیں۔ ان کی خدمات کے تعارف کے لئے دفتر درکار ہے۔ بہرحال کمپیوٹر سے انہوں نے خوب ایک جہاں کی سیر کرادی جو رد قادیانیت کے لئے کاوش کر رہا ہے۔ فلحمدللہ!

آپ کے ہاں ناشتہ ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ اب آپ مہمان خانہ میں چلیں۔ ان مقامات پر جانے کی منظوری اور سواری کا نظم کرتے ہیں۔ آپ خود یا جنہیں ہمراہ لینا ہے۔ تیار کریں۔ ابھی تھوڑی دیر بعد چلتے ہیں۔ فقیر دارالعلوم دیوبند کے مہمان خانہ میں آیا۔ حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری سے عہد کر رکھا تھا کہ جہاں جانا ہے اکٹھے جانا ہے۔ وہ خوب سوئے۔ گہری اور میٹھی نیند۔ دروازہ کھٹکھٹایا نہیں بلکہ دروازہ بجایا اور پیٹا اور پیٹتا ہی رہ گیا۔ انہوں نے دروازہ نہ کھولا۔ اب مولانا زاہد الراشدی کے کمرہ میں گیا۔ وہ بھی خوب گہری نیند سو رہے تھے۔ ان کا دروازہ کھلا تھا اور ان کی آنکھیں بند تھیں۔ بس خدا دے اور بندہ لے کہ انہیں بے تحاشہ جگانا شروع کیا۔ اب اس بدتمیزی کو سوچتا ہوں تو تعجب ہوتا ہے کہ کیسے یہ ہوگیا؟ لیکن سوچئے کہ کہاں جانا ہے؟ عشق میں محذورات بھی مباحات بن جاتے ہوں گے۔ یہ صحیح کہا یا غلط۔ مفتی صاحبان جانیں۔ البتہ میری دستک ان کے کندھوں پر کامیاب رہی۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور دیکھتے ہی یک دم رضائی ادھر پھینکی۔ خود آنکھیں مسلتے ہوئے اٹھ بیٹھے اور اگلے لمحہ تیار۔ اب رہبر ساتھ تھے۔ دوسری طرف سے ہوتے ہوئے دارالعلوم میں تخصص ختم نبوت کی کلاس میں جا پہنچے۔ دوستوں سے ملاقات ہوئی۔ ماحول کو دیکھا۔ کلاس روم کی زیارت کی۔ اگلے مرحلہ میں پیغام ملتے ہی نیچے اترے اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ چل سو چل۔ بڈھانہ یہاں پر مولانا عبدالحئی بڈھانوی کے صاحبزادہ اور شاہ اسحاق دہلویؒ کے داماد مولانا عبدالقیوم صاحبؒ کا مزار مبارک ہے۔ اس جگہ مقبرہ اور احاطہ کو شاہ ولایت بڈھانہ کہتے ہیں۔ مولانا عبدالقیوم صاحبؒ حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ قبرستان میں قبروں کے نشان ہیں۔ لیکن قبریں مٹ چکی ہیں۔ ایک میدان سا لگتا ہے۔ مزار شریف پر البتہ چوڑی دیواروں کا کمرہ سا بنا ہے۔ جو بالکل مورچہ ٹائپ تعمیر کا ہوتا ہے۔ وہی نقشہ ہے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ، سید اسماعیل شہیدؒ، مولانا عبدالحئیؒ، شاہ محمد اسحاقؒ، مولانا سید احمدؒ کی سوانح اور پھر سید نفیس الحسینیؒ کا اسے شائع کرنا۔ یہاں پر کیا کیا یاد آیا۔ لیکن یہاں کے قبرستان کی شکستہ حالی دیکھی نہ جاتی تھی۔ دعا کی اور چل دیئے۔ مولانا شاہ عالم سے ملنے کے لئے دوست آئے ہوئے تھے۔ بہت اصرار کیا کہ چائے کا

کپ ہو جائے۔ لیکن ہمارے میزبان نہ مانے۔

اب یہاں سے فارغ ہو کر کاندھلہ گئے۔ پروفیسر ڈاکٹر مولانا نور الحسن کاندھلوی سراپا انتظار تھے۔ آپ نے ابھی چند سال ہوئے حضرت نانوتویؒ پر کتاب شائع کی ہے۔ بدایوں کے ایک مولوی صاحب کا تحذیر الناس پر اعتراض کا مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے جواب لکھا۔ اس کتاب میں پہلی بار اس کا عکس شائع کیا۔ جو شکستہ خطی کے باعث پڑھا نہیں جاتا۔ اس کا ایک نسخہ کراچی تھا۔ فقیر وہاں سے اس مخطوطی کی کاپی لایا۔ چوک اعظم کے قریب کے ایک درویش منش عالم دین اب نام بھی یاد نہیں آ رہا۔ وہ اس کو خوش خط نقل کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ رمضان شریف میں وہ ساتھی عشرہ بھر دفتر کی لائبریری میں رہے۔ فقیر کا تو بس مولانا نور الحسن صاحب سے غائبانہ تعارف تھا۔ البتہ ہمارے حضرت پیر رضوان نفیس کا ان سے رابطہ ہے۔ حضرت مولانا زاہد الراشدی کا بھی خاصہ تعارف تھا۔ وہ کام آ گیا۔ گئے تو وہ سراپا انتظار تھے۔ بہت محبتوں سے ملے۔ ان کے والد گرامی حضرت مفتی مولانا افتخار الحسن کاندھلوی، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں حضرت رائے پوریؒ کے دو خلفاء زندہ سلامت ہیں۔ ایک حضرت مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی اور دوسرے مولانا مکرم حسین سنسار پوری اور پاکستان میں حضرت رائے پوریؒ کے خلفاء میں سے حضرت حاجی عبدالوہاب رئیس التبلیغ واحد خلیفہ ہیں، جو زندہ ہیں۔ ان کے علاوہ پاکستان میں اس وقت کوئی خلیفہ زندہ نہیں۔ اگر کوئی خود کو حضرات رائے پوریؒ کا خلیفہ کہتا ہے تو غلط بیانی کرتا ہے۔ حضرت مفتی افتخار الحسن کاندھلوی سے ملانے کے لئے پروفیسر نور الحسن لے کر گئے۔ جہاں ہماری گاڑی رکی تھی اس کے قریب مکان دکھایا کہ یہ مکان حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا تھا۔ اوہو! کیا ہوا؟ حضرت شیخ الحدیث نے آپ بیتی میں کاندھلہ آنے جانے کے ضمن میں بہت کچھ لکھا، جو آج نظروں کے سامنے تھا۔

حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن سے ملے۔ کیا خوبصورت وجیہہ چہرہ۔ انہوں نے دعاؤں سے نوازا۔ مولانا انوار الحسن کے مکان پر آئے۔ انہوں نے ۱۸ ر صد مخطوطات جمع کر رکھے ہیں۔ ان کی لائبریری نوادرات کا مرقعہ ہے۔ آپ ایک فائل لائے جس میں ہندوستان کی کوئی ایسی گراں قدر شخصیت نہیں جن کا خط اصلی، طرز تحریر کا نمونہ غرض کوئی نہ کوئی تبرک ان کے پاس محفوظ نہ ہو۔ مولانا زاہد الراشدی تو اس کی ورق گردانی میں محو ہوئے۔ فقیر قریب سے شرف زیارت حاصل کرتا رہا۔ پروفیسر صاحب خالصتاً علمی ذوق کے فاضل اجل ہیں۔ بہت سارے نوادرات شائع کر چکے۔ باقی بھی خدا کرے چھپ جائیں تو محفوظ ہو جائیں گے۔ دل تو پسیج رہا ہے۔ لیکن میرے ایسے ہمہ وشما اس کے علاوہ کر ہی کیا سکتے ہیں؟ اپنے کاز کے جو کام ہیں۔ وہ پورے نہیں ہو رہے۔ چلیں دیر ہو گئی۔ چائے پی۔ اجازت لی۔ چلو کاندھلہ کی زیارت ہو گئی۔ کاندھلہ کی سرزمین، مولانا محمد الیاسؒ جو تبلیغی جماعت کے بانی، مولانا محمد یوسفؒ تبلیغی جماعت کی بنیاد، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ آپ کے والد گرامی مولانا محمد یحییٰؒ، مولانا محمد ادریسؒ یہ سب کاندھلہ کے کی مٹی کے سپوت ہیں۔ مجھے اجازت دیں کہ میں کاندھلہ کی دھرتی کو ہند کا بخارا قرار دوں۔ اب یہاں سے چلے تو بتایا گیا کہ سامنے کا یہ راستہ شاملی کو جاتا ہے۔ شاملی کے میدان جہاد کی حدود کو جناب پروفیسر نور الحسن سے بہتر جاننے والا شاید اس وقت روئے زمین پر کوئی نہ ہو۔

یہاں سے ہوتے ہوئے اب ہم تھانہ بھون پہنچ گئے۔ شہر سے باہر کھیتوں کے کنارے آغاز آبادی سے بھی پہلے ایک عمارت تھی۔ اس کے ساتھ میں چار چھ کنال کی چاردیواری میں چند درخت ہیں۔ سایہ دار اور پھل والے بھی۔ چاردیواری کے گیٹ سے داخل ہوئے۔ ایک نیا کمرہ جس کی ابھی تک چھت نہیں ڈلی اور تعمیر رکی ہے۔ اس کے آگے پرانا شیڈ دار برآمدہ۔ بتایا کہ یہاں حضرت شاہ اشرف علی تھانویؒ خلوت میں تصنیفی کام کرتے تھے۔ اس برآمدہ کے جنوب میں پختہ چاردیواری جو کہ ساڑھے تین چار فٹ اونچی ہوگی۔ اس کی سفیدی ہورہی ہے۔ اس چار دیواری کے مغرب کی جانب دروازہ ہے۔ اس کے اندر تین قبور مبارکہ ہیں۔ قبلہ کی جانب پہلی قبر سادہ کچی مٹی کی ڈھیری کی مانند ہے جس پر پتھر یا بورڈ بھی آویزاں نہیں۔ یہ حضرت حکیم الامت، مجدد ملت حضرت شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ کی مزار مبارک ہے۔ آج بھی شریعت کی پاسداری کا مظہر ہے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے جو احیاء سنت کا کام لیا۔ اس کی عنداللہ مقبولیت کی دلیل یہ مزار مبارک بھی ہے۔ جمعہ کا دن تھا۔ چند طالب علم پھر رہے تھے۔ اس باغ میں نئی مسجد بھی بنی ہے۔ ہم جمعہ کے بعد دیر سے یہاں پہنچے۔ حضرت تھانویؒ کی مزار مبارک کی چاردیواری کے ساتھ چبوترہ نما مصلیٰ ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت تھانویؒ یہاں نوافل ادا کرتے تھے۔ ہم نے ظہر کی جماعت کرائی۔ دعا ہوئی اور ایک بار پھر محبت سے پورے ماحول پر نظر دوڑائی۔ نہ معلوم حضرت تھانویؒ کے وقت میں یہاں کون کون سے حضرات تشریف لائے۔ کن کن کے قدم یہاں لگے؟ ہم نے تو گن گن کے قدم اٹھائے اور باہر آگئے۔ اس باغ کی چاردیواری کے ساتھ قصبہ کو جو سڑک جارہی ہے اس پر مشرق کی جانب چلے تو آگے بائیں ہاتھ پر کچی چاردیواری کے نشان نظر آئے۔ کہیں دیوار کے آثار۔ اس میں گھنے بیری کے خوشنما وشاداب درخت جو بور سے لدے ہوئے تھے۔ اس چاردیواری میں بیری کے درختوں کے سایہ میں ایک اور چبوترہ تھا۔ اس میں دو قبور مبارکہ ہیں۔ ایک حضرت حافظ ضامن شہیدؒ اور دوسرے ان کے ساتھی حافظ عبداللہ نانوتویؒ کی ہے۔ یہ دونوں حضرات انگریز سے ایک معرکہ میں یہیں قریب ۴؍ ستمبر ۱۸۵۷ء کو شہید ہوئے تھے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء کو ولادت ہے۔ ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء کو وصال ہے۔ ہندوستان میں مغل حکمرانی سے بھی قبل راجہ بھیم نے ضلع مظفر نگر میں سے ایک قصبہ قائم کیا۔ تھانہ بھیم اس کا نام تجویز ہوا۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ تھانہ بھیم سے تھانہ بھون ہوگیا۔ صدیوں پہلے حضرت تھانویؒ کے اجداد کرام نے یہاں قیام کیا۔ آپ فاروقی النسل تھے۔ آپ کے ننھیال علوی تھے۔ آپ کے اجداد کرنال سے اور ننھیال جھنجھیانہ سے یہاں آکر آباد ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شیخ عبدالحق تھا۔ جو ایک کشادہ دست تھے۔ میرٹھ کی ریاست میں مختار بھی رہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے اشرف علیؒ کو دینی تعلیم پر لگایا۔ فارسی کتب میرٹھ میں پڑھیں۔ حافظ حسین علی دہلویؒ سے حفظ کیا۔ تھانہ بھون میں حضرت تھانویؒ نے عربی اور فارسی کی کتب پڑھیں۔ پھر نصاب کی تکمیل حضرت مولانا منفعت علیؒ سے دیوبند میں کی۔ دارالعلوم دیوبند میں ۱۲۹۵ھ میں داخل ہوئے اور ۱۳۰۱ھ میں فراغت حاصل کی۔ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ جو دارلعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس اور حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ ان کے ہاں سے بھی کسب فیض

کیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے ارشد تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے دیگر طلباء کے ساتھ آپ کی بھی دستار بندی کی۔ زہے نصیب! کانپور میں مدرسہ فیض عام میں پڑھایا۔ اس دوران حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے تعلق خاطر قائم ہوا۔ پھر جامع العلوم کانپور کی بنیاد رکھی۔ چودہ سال یہاں پڑھایا۔ اس کے بعد اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے حکم پر ۱۳۰۵ھ میں تھانہ بھون حضرت حاجی صاحبؒ کی خانقاہ شریف میں آگئے۔ حضرت تھانویؒ کی پیدائش سے قبل حضرت حاجی صاحبؒ نے مکہ مکرمہ ہجرت کر لی تھی۔ پھر حضرت تھانویؒ جو حضرت گنگوہیؒ سے بیعت کے لئے حضرت حاجی صاحبؒ سے سفارش کرانا چاہتے تھے۔ خود حضرت حاجی صاحبؒ نے انہیں بیعت کر لیا۔ پھر وقت آیا کہ آپ حضرت حاجی صاحبؒ کے خلیفہ بھی بنے۔ ادھر حضرت گنگوہیؒ سے بھی برابر رابطہ رہا۔ آپ کی توجہات بڑھیں۔ خود حضرت گنگوہی کانپور قیام کے دوران میں بعض متوسلین کو اصلاح کے لئے حضرت تھانویؒ کے پاس بھیجتے۔ آپ کانپور سے تھانہ بھون آئے۔ آپ کے مرشد کی دکان معرفت پر رش بڑھا۔ ہزاروں آپ سے بیعت ہوئے۔ ۱۲۹/ آپ سے مجاز صحبت ہوئے۔ ان میں سے ستر مجاز بیعت یعنی خلفاء ہیں۔ ان میں قاری محمد طیبؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مفتی محمد حسنؒ، مولانا مسیح اللہ خانؒ ایسے ایسے حضرات جو اپنے زمانہ میں یگانہ روزگار تھے۔ ہندوستان میں حضرت نظام الاولیاءؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بعد حضرت تھانویؒ سے قدرت حق نے جو تصوف کا کام لیا۔ وہ بھی دیانت دار آدمی نظرانداز نہیں کر سکتا۔ وقت کی پابندی، مریدین کی اصلاح کے ایسے جدید اسلوب اختیار کئے کہ دنیا عش عش کر اٹھی کہ آپ واقعی حکیم الامتؒ تھے۔ آپ کی تصنیفات کی طرف توجہ کی جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ بھی کثیر التصانیف بزرگ گزرے ہیں۔ لیکن حضرت تھانویؒ نے بھی ریکارڈ قائم کیا۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت کو بقعۂ نور بنائے۔ ''الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح'' اور رسالہ ''قائد قادیان'' آپ کی ردقادیانیت پر تصانیف ہیں۔ جنہیں احتساب قادیانیت کی پانچویں جلد میں شائع کر چکا ہوں۔ حضرت تھانویؒ سے نیازمندی کا یہ تعلق اور پھر آج خانقاہ شریف پر آپ کے قدموں میں حاضری۔ کتنی ہی سعادت کی گھڑیاں تھیں۔ جو بیت گئیں اور پل جھپکتے بیت گئیں۔

حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ

تھانہ بھون میں نامی گرامی شخصیات پیدا ہوئیں۔ تھانہ بھون نے جس طرح جنگ آزادی میں بہادری سے حصہ لیا۔ انگریز نے اپنی پسپائی کا بدلہ لینے کے لئے سکھ فوج کے ساتھ چڑھائی کی۔ توپوں سے گولہ باری کر کے شہر اجاڑ دیا گیا۔ یہ سب کچھ حافظ محمد ضامنؒ کی شہادت کے بعد ہوا۔ حافظ صاحبؒ کی شہادت کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ نے بھی تھانہ بھون چھوڑ دیا اور حجاز مقدس کو تشریف لے گئے تھے۔ (حضرت تھانویؒ کی آمد سے قبل یہ شہر آہستہ آہستہ آباد ہوا۔ پھر حضرت تھانویؒ نے آکر اس شہر کے در و دیوار کو اللہ رب العزت کے نام سے رونق بخشی)

حضرت حافظ محمد ضامنؒ، مولانا شیخ محمدؒ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ۔ یہ تینوں حضرات حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ سے بیعت تھے اور تینوں حضرت کے خلفاء تھے۔ مولانا شیخ محمد تھانویؒ ان میں بزرگ اعلیٰ تھے۔ ان تینوں حضرات کو اقطاب ثلاثہ کہا جاتا تھا۔ خانقاہ امدادیہ کا بورڈ آج بھی مسجد تھانہ بھون میں آویزاں ہے۔ مسجد آباد

ہے۔ جب ہم اس میں داخل ہوئے تو اس وقت تبلیغی جماعت آئی ہوئی تھی۔ مین دروازہ سے مسجد کے جنوب میں واقع برآمدہ سے مغرب کی جانب جائیں، تو بائیں ہاتھ پر برآمدہ میں ایک دروازہ ہے۔ اس میں داخل ہوں تو تین ساڑھے تین فٹ چوڑی اور ۸ فٹ لمبی جگہ ہے۔ اس دروازہ پر لکھا ہے کہ ''خلوت گاہ حافظ محمد ضامن شہیدؒ'' اور اسی بورڈ کے ساتھ ایک اور بورڈ برآمدہ میں ہے۔ جس پر لکھا ہے کہ خلوت گاہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔ مسجد کی جنوبی دیوار کے ساتھ تین فٹ چوڑی اور بارہ فٹ لمبی قطر کے دروازہ پر لکھا ہے کہ ''خلوت گاہ حضرت حاجی امداد اللہؒ'' مسجد کا برآمدہ بھی ہے اور صحن بھی۔ شمال کی جانب صحن میں بھی کمرے ہیں۔ یہ خانقاہ امدادیہ ہے اور یہاں تین قطب رہتے تھے۔ پھر بعد میں اکیلے چوتھے قطب الارشاد نے اس جگہ کو آباد کیا: ''العظمة للہ وللرسوله وللمؤمنین'' یہ تینوں میاں جی نور جھنجھانویؒ سے بیعت تھے۔ میاں جی نور محمد جھنجھانہ کے تھے۔ مگر تھانہ بھون کے قریب قصبہ لوہاری میں آ گئے۔ حضرت حافظ صاحبؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ ان سے یہاں بیعت ہوئے۔

میاں جی نور محمد صاحبؒ حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتیؒ کے مرید تھے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی سہارنپوریؒ نے حضرت سید احمد شہید صاحبؒ سے بیعت جہاد کی تھی۔ چنانچہ میاں جی نور محمد صاحبؒ نے بھی اپنے شیخ کی اتباع وحکم پر حضرت سید صاحبؒ سے بیعت جہاد کی۔ پھر سرحد میں سید صاحب کے ساتھ بھی شریک جہاد رہے۔ پھر ان دونوں حضرات کے کہنے پر تھانہ بھون کے قریب لوہاری میں لوٹ آئے۔ حق تعالیٰ نے پھر ان سے کام لیا کہ میاں جی نور محمد صاحبؒ سے حضرت حاجی صاحبؒ نے خلافت لی۔ حضرت حاجی صاحبؒ سے حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ وحضرت تھانویؒ نے اور پھر پورا قافلہ مقبولان بارگاہ الٰہی کا تیار ہوا جس کا فیض آج بھی نظروں کے سامنے ہے۔

حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ کے مزار مبارک سے تھانہ بھون، خانقاہ امدادیہ مسجد میں حاضری ہوئی ہے۔ فقیر نے تینوں جگہ دعا کا شرف حاصل کیا۔ یہ خلوت گاہیں آج بھی اسی حالت میں ہیں۔ انگریز کی گولہ باری سے جو سہ دری کے کواڑ متاثر ہوئے، آج بھی اس طرح ہیں۔ البتہ رنگ کیا ہوا ہے۔ یہاں ہماری گاڑی کو ورکشاپ جانا پڑا۔ ہمیں کچھ زیادہ وقت تھانہ بھون گزارنے کا موقع مل گیا۔ تھانہ سے چل کر گنگوہ شریف حاضر ہوئے۔ (جاری)

پروفیسر محمد الیاس برنیؒ!

قسط نمبر:3

ڈاکٹر مولانا عبدالعلیم چشتی!

فن تجوید وقرأت کی تحصیل

برنیؒ نے اس فن کو مولانا عبدالقدیر صدیقی قادری حیدرآبادی (۱۲۸۸ـ۱۳۸۱ھ) سے سیکھا تھا۔ (موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔ سراط الحمید ج۱ص۳۰۵ وتذکرہ قادیان ہند مطبوعہ ومرتبہ بسم اللہ بیگ کراچی میر محمد کتب خانہ ق۱۲۶۱ارائے دکن ص۱۷،۱۸) فرماتے ہیں: ''حضرت کی صحبت میں ہم کو بھی قرأت کا خیال پیدا ہوا۔ اول تو ہم اس کو محض زیبائش اور تکلف سمجھتے تھے مگر جب سمجھے تو معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن میں اس کی بڑی ضرورت ہے۔ بلکہ قرأت کا حق ادا کرنا ہو تو قرأت لابد ہے۔ البتہ عام طور پر اس کے نکات وتفصیلات جاننے ضروری نہیں۔ بنیادی اصول جاننے کافی ہیں۔ ان کی مشق ہوجائے تو تلاوت درست ہوجائے۔ صحت تلاوت سے قرآن کریم کا لطف آئے۔ فیض کا راستہ کھل جائے۔ یہ کام اتنا دشوار نہیں جتنا دشوار سمجھتے ہیں۔ چنانچہ چند ماہ کی توجہ اور محنت سے ہم نے فن قرأت کو سمجھا۔ اس کی مشق کی۔ حتیٰ کہ قرأت کے قاعدہ سے حضرت کو تمام قرآن کریم از اول تا آخر ایک ماہ میں پڑھ کر سنایا۔ حضرت نے ہمارے عبور کو پسند فرمایا اور اطمینان ہونے پر قرأت کی سند عطا کی۔ لیکن پختگی کے واسطے مزاولت کی ضرورت ہے۔ جب تک کافی مدت دور نہ رہے۔ مشق پختہ نہیں ہوتی فن قابو میں نہیں آتا۔ ہم اپنی مصروفیتوں سے ہمیشہ عاجز رہے۔ ایک سر و ہزار سودا۔ ہمیشہ یہی حال رہا۔ دور باقاعدہ جاری نہ رکھ سکا۔ درمیان میں وقفے ہوتے رہے۔ نتیجہ یہ کہ عبور غائب ہوگیا۔ سرسری خاکہ ذہن میں رہ گیا۔ پھر موقع ملے تو تجدید کی جائے۔ جس زمانہ میں عبور حاصل تھا۔ رفاہ عام کے خیال سے کہ فن قرأت کے سمجھنے میں آسانی ودلچسپی ہو۔ جدید طرز پر ایک رسالہ بھی لکھنا شروع کردیا۔ چنانچہ تقریباً نصف بھی لکھ لیا۔ مگر پھر جو سلسلہ ٹوٹا تو اب تک نہ جڑ سکا۔ مسودہ یوں ہی ادھورا پڑا ہے اور فی الحال عبور بھی باقی نہیں۔ اللہ کو منظور ہوا اور آئندہ موقع ملے تو امید ہے کہ منصوبہ پورا ہوجائے۔ فن پر قرأت رسالہ شائع ہوجائے۔'' وما توفیقنا الا باللہ

(بعد میں یہ کتاب مکمل کی۔ ج۱ص۳۰۸،۳۰۹)

کھیلوں پر تبصرہ، بنوٹ کے فن پر رسالہ اور فن پر تنقید

یوں تو ہر کام میں قوت کی ضرورت ہے۔ لیکن کشتی میں جتنی قوت درکار ہے۔ بنوٹ میں اس کی اتنی ضرورت نہیں۔ رگ پٹھوں سے کام زیادہ لیتے ہیں حریف بآسانی زیر ہوسکتا ہے۔ فن سے کام لیں تو تھوڑی قوت کافی ہوتی ہے اور یہی بنوٹ کی بڑی خوبی ہے۔ دست بدست پکڑ کے سوا۔ خنجر تلوار سے بھی مقابلہ کرتے ہیں لیکن سب سے زیادہ کمال چھڑی میں ظاہر ہوتا ہے اور یہی اس کا خاص ہتھیار ہے کھیل ورزش کا تو پہلے ہی شوق تھا۔ حیدرآباد میں بنوٹ کی فضا ملی۔ حضرت مولانا عبدالقدیر حیدرآبادی کی دیکھا دیکھی ہمیں بھی شوق ہوا۔ حضرت کے ہاں کام دیکھا پھر حضرت ہی کے مشورے سے ایک مستند استاد مقرر کیا۔ اس سے کئی سال کام سیکھا۔ ان دنوں علی گڑھ جانے کا اتفاق

ہوا تو مسلم یونیورسٹی میں بریلی کے ایک استاد سید صاحب بنوٹ سکھانے پر مامور تھے۔ اچھے استاد تھے۔ انہوں نے بھی کام دکھایا۔ پھر بنگلور میسور جانا ہوا تو وہاں بھی پرانے استاد جمع ہوئے۔ کام کا مظاہرہ ہوا۔ غرض کہ بہت کچھ دیکھا اور خود بھی سیکھا تھا۔ کام میں فنی حیثیت سے ایک بڑی خامی نظر آئی۔ یہ کہ اصول کا فقدان تھا عمل میں کوئی اصولی ربط نہ تھا۔ جو فن کے واسطے لابد ہے۔ بس مشق ہی مشق تھی۔ یہ کام کیا وہ کام کیا۔ دہراتے دہراتے مشق ہوگئی۔ جیسے کوئی اقلیدس کی چند متفرق شکلیں یاد کرلے مگر یہ نہ جانے کہ نقطہ کیا ہے؟ خط کیا ہے؟ سطح کیا ہے؟ جسامت کیا ہے؟ اصول کیا ہیں؟ اشکال کیا ہیں؟ ان میں ترتیب کیا ہے؟ تعلق کیا ہے؟ ثبوت کیا ہے؟ نتیجہ کیا ہے؟ اور جب تک فن میں فن تک لوازم نہ ہوں محض رسمی تقلید پر تعلیم یافتہ نوجوان آمادہ نہیں ہوتے۔ چنانچہ یہ صورتحال دیکھ کر ہم نے کئی سال غوروفکر کیا۔ تجربات کیے کہ علم وعمل کا کوئی اصولی ربط قائم ہوجائے تو فن میں جان پڑ جائے۔ جس حد تک بھی کامیابی ہوئی اللہ کا شکر ہے۔ چنانچہ اپنی تحقیقات کے مطابق اس فن میں ایک رسالہ تصنیف کرلیا۔ البتہ طبع نہیں کرایا۔ اول تو زمانہ کی نزاکت، مگر اس کا طرز بیان، حسن اتفاق سے ایسا بن پڑا جس کو سمجھا دو۔ اس کے واسطے آئینہ، جس کو نہ سمجھاؤ تو اس کے واسطے معمہ، دوسرے خوف یہ کہ رسالہ کی اشاعت پر تعلیم کی فرمائش بڑھی تو اپنے پاس وقت کہاں۔ خود ہم کو مزاولت کہاں۔ تاہم ممکن ہے۔ آئندہ کوئی صورت نکل آئے اور محنت کام آئے۔ انشاء اللہ! (صراط الحمید ج۱ص۱۰،۹،۳۰)

۱۹۲۷ء میں بلاد اسلامی کا سفر اور حج وزیارت کا شرف

برقیؒ کے مرشد شاہ محمد حسین چشتی قادری نے ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں حج کیا تو آکر انہیں بشارت دی کہ انشاء اللہ قریب ہی آپ کو بھی یہ سعادت نصیب ہوگی۔ (صراط الحمید ج۱ص۱۵)

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ برقیؒ نے ایک دن فرصت میں مولانا عبدالقدیر صاحب حیدرآبادی سے دوران گفتگو میز سے جنتری اٹھائی۔ تعطیلات پر نظر پڑی تو رخصت ملا کر دیکھا اتنی مدت ہوگی۔ سفر بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ عبدالقدیر صاحب! ان کے مرید سید حبیب علی اور مخلص دوست لطف احمد بھی تیار ہوگئے۔ دو سید ایک صدیقی اور برنی فاروقی چاروں کا قافلہ تیار ہوگیا۔ امیر قافلہ برقیؒ صاحب کو بنایا گیا۔ (ایضاً ج۱ص۳۱۱،۳۱۲،۳۱۳، ایضاً ج۱ص۳۱۴،۳۱۵)

چنانچہ موصوف فرماتے ہیں: ”خدا کا فضل تھا ایک جان چار قالب تھے۔ ایک دل ایک زبان تھے۔“

چنانچہ ہمارے دوست سید امجد حسین امجد فرماتے ہیں:

اک راگ بنا ہے مختلف سر مل کر — تصدیق ہوئی چند تصور مل کر
برقیؒ، حسرت، حبیب، لطف احمد — اک جسم بنا ہے چار عنصر مل کر

قرآن کریم کھولا یہ آیت شریفہ نکلی: ”وھدوا الی الطیب من القول وھدوا الی صراط الحمید“ اس سفرنامہ کا نام ”صراط الحمید“ رکھا...... جیسی نظر ویسی دید، جیسی طلب ویسی یافت۔ (ایضاً ج۱ص۱۶)

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح دیکھ کر

بہرحال روحانی فیوض وبرکات کی بحث بہت نازک ہے جس پر گزرے وہی جانے:

لذت نہ شناسی بخدا تانہ چشی

حج کا پہلا سفر

برنیؒ اس سفر کی مدت اور اس کی برکات کا تذکرہ یوں کرتے ہیں: ’’یکم رمضان المبارک مطابق ۶؍مارچ ۱۹۲۷ء کو روانہ ہوئے اور ۲۹؍ذی الحجہ مطابق ۲۰؍جون ۱۹۲۷ء کو گھر لوٹ آئے۔ چار ماہ میں اللہ تعالیٰ نے اتنی وسعت وبرکت دی کہ عراق، شام، فلسطین اور حجاز، دور دراز ممالک کا سفر طے ہوگیا۔ بغداد شریف وملحقات شریفہ میں دو ہفتے، دمشق میں ایک ہفتہ، بیت المقدس میں ایک ہفتہ، مدینہ منورہ میں تین ہفتے، مکہ معظمہ میں دو ہفتے غرض قدم قدم پر اور لحہ لحہ پر تائید ایزدی اور لطائف غیبی کا جلوہ نظر آتا تھا جو چشم بصیرت کھولتا اور نور ایمان بڑھاتا تھا۔‘‘

مدینہ میں معمولات

حرم نبوی میں ہر ایک کا اپنے اپنے اوقات میں اپنا اپنا معمول ہوتا ہے۔ برنیؒ کا معمول یہ تھا: ’’شب کو اڑھائی کے قریب حرم شریف کے دروازے کھلتے ہیں۔ حاضر رہتے، فرط شوق سے، بڑے ادب سے لمبے لمبے قدم، آہستہ آہستہ رکھتے۔ گویا دبے پاؤں جاتے۔ ریاض الجنۃ میں تلاوت کرتے، محراب النبی میں نماز پڑھتے۔ مواجہہ شریف میں درود وسلام پیش کرتے۔ پھر وظیفہ پڑھتے۔ فجر کی نماز سے فارغ ہوتے ہی تاروں کی چھاؤں میں جنت البقیع میں دوڑ جاتے۔ نور ظہور کے وقت وہاں بھی یکسوئی ہوتی۔ سب ہی مزارات پر بلاناغہ حاضر ہوتے۔ فاتحہ پڑھتے اور حضرت سیدہ خاتون جنت کے مزار پر دیر تک حاضر رہتے۔ مگر دل نہ بھرتا تھا۔ طلوع آفتاب کے بعد حجاج کی آمد ہوتی۔ اس وقت فاتحہ سے فارغ ہوکر حرم شریف واپس پہنچتے۔‘‘ (صراط الحمید ج۱ص۱۷۹)

حرم نبوی میں جاروب کشی

یہاں خدام کے ساتھ جھاڑو بہارو کے کام میں شریک ہوجاتے۔ ریاض الجنۃ میں فرش جھاڑتے، جھاڑو دیتے، خدام میں نام شامل کراتے۔ غیر حاضری پر بازپرس ہوتی تھی۔ کام دل کھول کر کرتے اور لطف اٹھاتے تھے۔ (ایضاً ص۱۷۹،۱۸۰) چنانچہ فرماتے ہیں: ’’اس میں ایک آدھ گھنٹہ صرف ہوتا صبح ۷،۸ بجے کے قریب فراغت ہوتی تو مکان پر آتا، ناشتہ کرکے سوجاتا دوپہر کو اٹھتا۔‘‘ (ایضاً ص۱۷۹،۱۸۰)

شب حضوری

حرم نبوی میں رات کو ٹھہرنے کے لئے خصوصی اجازت درکار ہوئی۔ درخواست کی منظوری منتظمین کی صواب دید پر موقوف ہوتی تھی۔ برنیؒ اور ان کے دوستوں نے بھی اجازت مانگی تو مل گئی۔ برنیؒ اس کی داستان یوں بیان کرتے ہیں۔ ۶،۷؍ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ یوم یکشنبہ ودوشنبہ کی درمیانی شب حرم شریف میں بسر ہوئی۔ اس شب کا کیا کہنا۔ زہے قسمت زہے نصیب۔ شاہ کی نماز پڑھ کر ہم چاروں اخوات کے چبوترہ پر بیٹھ گئے۔ نمازی رخصت ہوئے۔ پھر خدام رخصت ہوئے۔ شاید کوئی خادم اندر رہ گیا ہو۔ مگر نظر نہیں آیا۔ حرم شریف کے دروازے بند ہوگئے۔ روشنی مدھم ہوگئی۔ غرض تخلیہ ہوا تو عجب شان جلالت کے آثار محسوس ہونے لگے۔ بے اختیار دل عظمت سے بیٹھا جاتا تھا۔ ہم چاروں اندر سے اٹھ کر باہر صحن میں آبیٹھے۔ نوافل، ذکر وفکر، صلوٰۃ وسلام میں ہر کوئی اپنے اپنے ذوق کے

مطابق مشغول ہوگیا۔شاید نیند آئے مگر کیا ممکن ہے کہ پلک جھپکے، البتہ محویت ضرور تھی۔ رات ڈھلی تو ۲ ربجے کے قریب دلوں پر جمال چھا گیا۔ رؤف رحیم کا رنگ آ گیا۔ صاف معلوم ہوا کہ اب حاضر ہونا چاہئے۔ (صراط الحمید ج اص۱۸۰)

الحمدللہ! اس سے بڑھ کر زندگی میں کونسا وقت آ سکتا ہے۔ اٹھے اور لڑکھڑاتے بارگاہ اقدس کی طرف چلے کسی کے دل میں تخلیہ کی تمنا تھی۔ خدا کی قدرت تینوں رفیق نماز کے واسطے روضۃ الجنۃ میں ٹھہر گئے اور ایک دیوانہ اپنی دھن میں افتاں وخیزاں پہنچا اور مواجہ شریف میں آستانہ معلیٰ کی جالی مبارک پکڑ کر کھڑا ہوگیا۔ اللہ اکبر! وہ تنہائی شب کی خوشی، پیش میں صرف دو شمعیں روشن اور بارگاہ اقدس کی حضوری۔

یارب کجاست محرم رازے کہ یک زماں دل شرح آں دید کوچہ دیدہ چھا شنید

اتنے چاروں رفیق جمع ہوگئے اپنا اپنا ربط اپنا اپنا حال:

ہم ہی ہم ہیں تری محفل کوئی اور نہیں

گھنٹے منٹوں کی طرح گزر گئے۔ وہی تین بجے حرم شریف کے دروازے کھلے اور تخلیہ برخاست ہوا۔ اپنے حق میں یہ شب، لیلۃ القدر معلوم ہوتی تھی: الحمدللّٰہ حمدا کثیرآ وصلی اللّٰہ علی رسول اللّٰہ وبارک وسلم (صراط الحمید ج اص۱۸۱،۱۸۲)

خصوصی صلوٰۃ وسلام کا القاء

برقیؒ فرماتے ہیں: ”مواجہ شریف میں حضور انور ﷺ کے واسطے سے دعائیں خدا جانے کتنی مانگیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں لیکن ایک دعا اول ہی مانگی کہ ایک ایسی درود ذہن میں آ جائے جس میں حضور ﷺ کی شان مذکور ہو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں مسلم ہے۔ وہ درود نئی ہو کسی سے اب تک منقول نہ ہو۔ وہی پڑھا کروں اور اس کو حضور کا فیض سمجھوں۔ اللہ تعالیٰ کی شان مجھ جیسے کم علم کے ذہن میں بلا تفکر ایک قرآنی درود شریف معاً اتر آئی اور ہمیشہ وہی وردری۔“ واما بنعمۃ ربک فحدث“

باتباع امر اس کو یہاں ظاہر کرتا ہوں وہ یہ ہے: ”اللّٰھم صل وسلم علی سیدنا محمد طٰہٰ یٰسین حیم حیم خاتم النّبیین رحمۃ للعالمین بالمؤمنین رؤف رحیم وانک لعلیٰ خلق عظیم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین “اس درود سے عجیب برکات محسوس ہوتے ہیں۔ امید ہے اس سے مومنین کو فیض پہنچے گا اور خیر جاریہ کے ثواب میں اللہ تعالیٰ ہم کو بھی شریک رکھے گا۔ (ایضاً ج اص۱۸۲،۱۸۳)

مدینہ سے روانگی

برقیؒ کے دو ہفتے بہت راحت سے گزرے جب رخصت کا خیال آنے لگا تو چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے بے اختیار آنسو ٹپکنے لگے۔ اس میں ہفتہ عشرہ اور گزر گیا۔ ۲۲ رذیقعد کو روانگی پختہ ہوئی اور احرام باندھ کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو کیفیت یکسر بدل گئی۔ رخصت کے وقت دل خوشی سے بھر گیا۔ معلم الوداع یارسول اللہ پڑھواتے اور برقی فرماتے ہیں: ”ہماری زبان سے الوداد یارسول اللہ نکلتا تھا۔“ (صراط الحمید ج اص۱۸۱،۱۸۲) جدائی کا احساس دل سے غائب تھا۔ مدینہ سے مکہ معظمہ کیا جارہے ہیں گویا محمد رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے لاالٰہ الّا اللہ کی طرف

بڑھ رہے ہیں۔اب تک یہ دعا تھی:’’خدا یا از تو ھی خواھم مصطفی را ‘‘اب یہ ورد شروع ہوا:’’محمد از تو ھی خواھم خدارا‘‘ ’’سبحان اللّٰہ و الحمدللّٰہ و لا الہ الّا اللّٰہ واللّٰہ اکبر‘‘ (ایضاً ج ا ص ۱۹۲،۱۹۳)

لڑکیوں کی شادی

برقیؔ کی تین لڑکیاں تھیں ان میں سے رشیدہ کی شادی اپنے مرشد حضرت مولانا شاہ محمد حسین کے فرزند مسعود حسن سے اور فاطمہ کی مولانا عبدالقدیر صدیقی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ کے فرزند موسیٰ عبدالرحمٰن سے اور کنیز فاطمہ کی عبدالقدیر صدیقی کے چچا زاد بھائی نواب صدیق یار جنگ کے فرزند امجد اللہ صدیقی سے کی تھی۔برقیؔ فرماتے ہیں:’’یہ تینوں صاحب اولاد ہیں،صاحب روزگار ہیں،اللہ تعالیٰ شاد و آباد رکھے۔‘‘ (برقی نامہ ص ۱۷)

برقیؔ کے والد ماجد

برقیؔ کے والد حافظ محمد ابراہیم ایک صحت مند شخصیت کے مالک تھے۔ورزش کرتے تھے۔آخر عمر تک نشست و برخاست میں کوئی معذوری نہ تھی۔۶۰ رسال کی عمر میں آنکھ میں پانی اتر آیا تھا۔علی گڑھ میں آنکھ بنوائی۔اچھی بنی لیکن پھر پانی اتر آیا۔وصال سے دو سال پہلے دہلی میں آنکھ بنوائی۔بالکل اچھی بنی۔اپنی ضرورت کے سب کام کرتے تھے۔دانت آخر عمر تک مضبوط تھے۔صرف آگے کا ایک دانت گرا تھا۔حافظ تھے۔بہت پرہیزگار۔تہجد گزار،اذکار و اوراد کے پابند،بزرگ تھے۔لڑکپن میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی (۱۲۳۵۔۱۲۹۲) سے بیعت ہوگئے تھے۔ڈھلتی رات اٹھنا اور نماز کے بعد صبح تک یاد اللہ میں مصروف رہنا معمول تھا۔عمر بھر میں وصال سے پہلے،رمضان کے دو روزے چھوڑے تھے۔علمی ذوق:تاریخ اسلام،فقہ،تصوف،طب سے خاص دلچسپی تھی۔حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ سلیس اردو میں لکھی تھی۔شاہ ولی اللہؒ کی بدائع کا اردو میں ترجمہ کیا تھا۔محمد حقی نازلی کی ’’خزینۃ الاسرار‘‘ کا اردو میں ترجمہ کیا تھا۔یہ سب مسودات کی صورت میں محفوظ تھا۔فن بیطاری پر ایک رسالہ لکھا تھا۔طبی مجربات بھی مرتب کئے تھے۔(صراط الحمید ج ۲ ص ۲۲،۲۳) حیدرآباد میں بحیثیت وکیل چالیس برس بسر کئے جو لوگ واقف حال تھے کہتے تھے کہ وکالت میں ولایت کر دکھائی تھی۔(صراط الحمید ج ۲ ص ۲۵) موصوف کے مکتوبات شائع کئے جائیں تو بہت سے جوہر کھلیں۔

برقیؔ کا بیان ہے:’’وصال سے تین سال قبل حسب معمول،میں موسم سرما کی تعطیلات میں حاضر خدمت تھا۔پوچھا تمہیں کوئی استخارہ بھی معلوم ہے۔میں نے عرض کیا حضرت کو کئی استخارے معلوم ہیں۔تعمیل ارشاد میں ایک استخارہ عرض کرتا ہوں۔مختصر و مقبول ہے:تیسرے دن حسب معمول فجر کی نماز کے بعد سلام عرض کرنے گیا تو دیکھا کہ لحاف اوڑھے لیٹے ہیں۔قریب بیٹھا تو محسوس ہوا کہ رقت طاری ہے۔حیرت ہوئی،خاموش بیٹھا رہا حضرت کو افاقہ ہوا تو فرمایا کہ واقعی تمہارا استخارہ بہت مقبول ہے۔میں ادب سے خاموش رہا۔خود بولے:لڑکپن میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کا مرید ہوگیا تھا۔اس کے بعد بڑے بڑوں کی محبت و شفقت رہی لیکن کسی سے بیعت کی نوبت نہیں آئی۔اب آخر عمر میں یہ خیال ہوتا تھا کہ وہ کم عمری کی بیعت مسلم رہی یا پھر تجدید کی ضرورت ہے۔تہجد میں غنودگی ہوئی تو خواجہ باقی باللہ کو متوجہ پایا۔انہوں نے فرمایا تمہاری قدیم بیعت مسلم و مقبول ہے اور کل پیران سلسلہ تم پر مہربان ہیں۔‘‘(صراط الحمید ج ۲ ص ۲۵،۲۶)

جاری ہے!

خوش نصیب بھائی

مولانا محمد علی صدیقی

۲۹؍دسمبر ۲۰۱۳ء کو چھوٹا بھائی جمال عبدالناصر شاہد تقریباً صبح نو بجے صدیق کمپلیکس بھکر میں دو دن قومہ کی حالت میں رہنے کے بعد انتقال کر گئے۔ ان اللہ و انا الیہ راجعون! عزیزم کو ۲۶؍دسمبر کی شام چک نمبر ۱۳؍دریا خان میں دائیں طرف برین ہیمرج ہوا اور اسی وجہ سے دائیں طرف فالج کا اٹیک بھی ہوگیا۔ عزیزم ۲۰؍بروز جمعہ کو اپنے اور راقم کے سسر علی نواز مرحوم کے انتقال پر دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے چھٹی لے کر بچوں سمیت گاؤں آیا ہوا تھا۔ کیا معلوم تھا کہ دس دن بعد خود اس دار فانی کو چھوڑ کر عالم بقا کی طرف کوچ کر جائے گا۔ عزیزم جمال عبدالناصر ۲۶؍دسمبر کو بعد از ظہر ایک بار پھر گھر بھکر سے چک نمبر ۱۳؍گیا اور راقم نے میرپور خاص کے لیے ملتان کے راستہ سفر شروع کیا کہ حلقہ میں جا کر کام کروں۔ ملتان جنرل بس اسٹینڈ سے بس کی سیٹ بک کرائی۔ ملتان دفتر اس لیے نہیں گیا کہ ربیع الاول کے آخر میں اجلاس ہے۔ اس میں آنا ہے۔

سوا پانچ بجے جنرل بس اسٹینڈ پہنچا۔ بس میں بیٹھا ہی تھا کہ گھر سے کال آئی۔ عزیزم کی علالت اور فالج اٹیک کے بارے میں پتہ چلا۔ فوراً بس سے اتر کر دوبارہ بھکر کا سفر شروع کیا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمان جالندھری مدظلہ اور مولانا اللہ وسایا کو سانحہ کی اطلاع دی۔ والد گرامی ڈاکٹر دین محمد فریدی گھر سے صدیق کمپلیکس ہسپتال ڈاکٹر عبدالستار لودھراں کے پاس لے کر پہنچے۔ رات بارہ بجے ہسپتال پہنچا۔ عزیزم کو دیکھا۔ شاید دوائی کا اثر تھا۔ پرسکون نیند سویا ہوا تھا۔ رات تیمارداری میں گذاری۔ عزیزم مولوی محمود حسن اور عزیزم لیاقت علی اور والد صاحب کو آرام کرایا۔ خود جاگا۔ دن میں ڈاکٹر عبدالستار سے حالات کے بارے میں تبادلہ خیال ہوا۔ انہوں نے سٹی اسکین کرانے کا کہا۔ وہ کرایا تو دائیں طرف دماغ متاثر نظر آیا۔ والد صاحب چونکہ ایک وسیع حلقہ رکھتے ہیں۔ ان میں بہت سے ڈاکٹر حضرات بھی ہیں۔ وہ عیادت کے لیے آتے رہے۔ ان سے بھی مشاورت ہوتی رہی۔ انہوں نے اسی جگہ بھکر رہ کر علاج کرانے کو ترجیح دی۔ اس لئے کہ بھائی کی حالت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ ڈاکٹرز حضرات نے بھائی کی حالت کے حوالہ سے ہمیں کچھ نہیں کہا۔ لیکن حالات کے پیش نظر ہم نے اپنے آپ کو تیار کیا ہوا تھا۔ بس علاج کے ساتھ دعاؤں کے اہتمام کا کہتے تھے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ فرما چکے تھے کہ عزیزم کو ملتان علاج کے لئے لے آئیں۔ والد گرامی صرف نماز کے لیے مسجد جاتے تھے۔ ورنہ عزیزم کے کمرہ میں ڈیرہ لگا لیا تھا۔ دعائیں، سورہ یاسین اور وظائف، دلائل الخیرات کا اہتمام ہوتا رہا۔ ہم دنیاوی صحت کے لیے اللہ سے رجوع کر رہے تھے اور مولائے کریم و رحیم نے ان کو تمام دائمی بیماریوں سے چھٹکارہ دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ۲۹؍کو سوا آٹھ بجے ڈاکٹر صاحب چیک اپ کے لیے تشریف لائے تو والد صاحب نے پرنم آنکھوں سے پوچھا: ''ڈاکٹر صاحب! عزیزم آنکھیں کب کھولے گا اور بولے گا کب؟'' تو ڈاکٹر صاحب کے منہ سے بے ساختہ نکلا: ''ایسا معجزہ ہی ہوسکتا ہے۔''

چیک اپ کے بعد ڈاکٹر نے دوائی اور خوراک دینے کا کہا تو راقم نے عزیزم کو اپنے ہاتھوں سے دوا اور خوراک دی۔ راقم نے اہلیہ کو کہا کہ اب ہم گھر چلتے ہیں۔ بندہ سامان سیٹ کرنے لگا اور اہلیہ نے سورہ یاسین پڑھنی شروع کی۔ ابھی مکمل کر کے عزیزم جمال عبدالناصر کی طرف دیکھا تو عزیزم پرسکون انداز میں دنیا کی تمام بیماریوں اور تکلیفوں سے آزاد ہو کر دائمی صحت حاصل کر کے رب رحیم وغفور کی بارگاہ میں سر تسلیم خم ہو چکا تھا۔

عزیزم جمال عبدالناصر ۲۷ ستمبر ۱۹۷۱ء کو ہرنولی شہر میں پیدا ہوا۔ عزیزم راقم سے چار سال چھوٹا تھا۔ مجھے اس کی پیدائش بہت اچھی طرح یاد ہے۔ تقریباً مغرب اور عشاء کے درمیان اس دنیا میں آیا۔ ان دنوں ۱۹۷۱ء کی جنگ لگی ہوئی تھی۔ پورا ملک بلیک آؤٹ تھا۔ اب ہمیں روشنی کی گھر میں اشد ضرورت۔ والد صاحب نے تمام دروازے اور کھڑکیاں رنگ دار کپڑوں سے بند کیں۔ پھر لیمپ روشن کیا۔ بجلی کا تصور بھی نہیں تھا۔ اس کے بعد ۱۹۷۲ء میں والد صاحب حضرت خواجہ خان محمدؒ کے حکم پر ہرنولی چھوڑ کر ''رکھ مہوتہ خانسر'' کے علاقہ میں فتنہ قادیانیت کے تعاقب میں آ گئے۔ عزیزم نے ابتدائی تعلیم اسکول کی وہیں شروع کی۔ ۱۹۸۸ء میں ایک بار پھر حضرتؒ کے حکم پر والد صاحب بھکر آ گئے۔ عزیزم نے بھکر میں میٹرک کیا۔ والد صاحب کی خواہش پر بی کام میں داخلہ لیا۔ لیکن مکمل کورس نہیں کیا۔ ملتان دفتر میں حساب کتاب کے لیے ایک ساتھی کی ضرورت تھی۔ حضرت ناظم اعلیٰ صاحب مدظلہ سے درخواست کی۔ ان دنوں بندہ خود راولپنڈی دفتر ہوتا تھا۔ والد صاحب کو اطلاع دی۔ عزیزم کو ملتان بھیجا۔ حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے کمال شفقت کا مظاہرہ فرمایا۔ ۱۹۹۲ء سے ۲۰۱۳ء تک اکیس سال اپنے زیر سایہ رکھا۔ جس طرح پہلے دن پیار سے مسکرا کر سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا تھا۔ یوں ہی ۲۹ دسمبر ۲۰۱۳ء کو پرنم آنکھوں سے سر پر ہاتھ پھیر کر نماز جنازہ کی تکبیرات کہتے ہوئے مولائے کریم کے بارگاہ میں مغفرت کی سفارش کرتے ہوئے پیش کر دیا۔ عزیزم کا بیعت کا تعلق حضرت خواجہ خان محمدؒ سے تھا۔ ان کی رحلت کے بعد موجودہ حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد مدظلہ سے کیا۔

عزیزم کے انتقال کی خبر سن کر حضرت مولانا عزیز الرحمان جالندھری مدظلہ، مولانا اللہ وسایا اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ملتان سے بھکر کا سفر کیا اور ظہر سے قبل بھکر پہنچ کر والد گرامی کو سینے لگا کر ان کے غم کو ہلکا کیا۔ مجلس بھکر کے مبلغ مولانا عبدالخالق، مجلس بہاولپور کے مبلغ مولانا محمد اسحاق ساقی بھی نماز جنازہ میں بھکر پہنچے۔ عزیزم کا چہرہ موت کے بعد اتنا پرسکون اور مسرور نظر آ رہا تھا کہ زندگی میں کبھی اس رنگ میں نہ دیکھے۔ عزیزم کو بیماریوں نے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ دل، جگر، تلی اور پھر ملٹی نیشنل کمپنیوں کی دوائیوں کے اثرات۔ رخصت جمعہ کے دن تک تھی۔ قبل از جمعہ دفتر آئے۔ پورا حساب جو ان کے پاس تھا۔ اس کو ٹھیک لکھا۔ رقم جتنی تھی سب کو جمع کر کے سیف میں رکھی جس کا جماعتی لینا دینا تھا اسے رجسٹر میں درج کیا۔ وہ اپنے خیال میں سسر کی تعزیت کے لئے تیاری کر رہا تھا۔ لیکن مولائے کریم دنیا کے حساب کی تیاری کرا کر آخرت کے حساب کی آسانی فرما رہے تھے۔

تمام جماعتی احباب سے درخواست ہے کہ اللہ کے حضور دعا کریں کہ مولائے کریم ورحیم عزیزم کے بچوں کا خود محافظ اور نگران ہو۔ ان کو عالم باعمل اور صالح بنائے۔ راقم کے والد ڈاکٹر دین محمد فریدی اور عزیزم کی اہلیہ کو اور پسماندگان کو اس صدمہ پر اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین!

ملالہ یوسف زئی ...... مغربی سامراج کا نیا مہرہ

جناب محمد متین خالد

وادی سوات کی سولہ سالہ ملالہ یوسف زئی اسلام اور پاکستان دشمن طاقتوں کی ایک نئی کٹھ پتلی کی حیثیت سے سامنے لائی گئی ہے۔ اس سے پہلے سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین اور موبی نورس اپنا اپنا ’’متعین‘‘ کردار ادا کر چکے ہیں۔ مبینہ طور پر ۹ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو ملالہ پر سکول جاتے ہوئے حملہ ہوا جس کے نتیجہ میں وہ زخمی ہوئی۔ ایک طے شدہ منصوبہ کے تحت ہمارے مخصوص ڈالرائزڈ میڈیا نے ایسا یک طرفہ شور مچایا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ دلیل، سچائی، تحقیق، برداشت، معروضیت اور آزادی رائے کو یک قلم طاق نسیاں پر رکھ دیا گیا۔

اسلام بیزار کالم نگاروں اور اینکر پرسنز نے اپنی مرضی کا ماحول پیدا کر کے حب الوطنی اور ملک دشمنی کا عجیب معیار قائم کر دیا۔ جو ملالہ کے ساتھ ہے وہ محب وطن اور تعلیم دوست ہے اور جو ملالہ ڈرامہ کے کرداروں کو بے نقاب کرے، وہ طالبان کا حامی اور تعلیم دشمن ہے۔ انتہا پسندی کا شور مچانے والے لبرل فاشسٹوں کا اپنا کردار نہایت مذموم ہے۔ عدم برداشت کا طعنہ دینے والے خود دوسروں کا نقطہ نظر سننے سے انکاری ہیں۔ مخالف آرا سنتے ہی رواداری کا درس دینے والوں کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تیرنے لگتے ہیں اور منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو جاتی ہے۔ کوئی بتلائے کہ کیا ہمیں کوئی حق حاصل نہیں کہ ہم حقائق و دلائل کی روشنی میں تصویر کا دوسرا رخ پیش کریں۔ مفاد پرستی کی عینک لگا کر صداقتوں کو جھٹلانے اور قوم کو گمراہ کرنے کی دانستہ کوششوں کو روکنا کون سا جرم ہے؟ کیا یہ دریافت کرنا گناہ ہے کہ یہ کس نوع کی نیورو سرجری تھی جس میں ملالہ کے سر کے بال نہیں کاٹے گئے۔ طرفہ تماشا کہ فائرنگ کلاشنکوف سے ہوئی اور نشان ائرگن کے چھرے جتنا ہوا۔ کیا ڈرامائی سین ہے کہ ملالہ نے آپریشن کے بعد ہوش میں آتے ہی پین اور کاغذ مانگ لیا اور پوچھا: ’’میں کہاں ہوں؟‘‘

گوبلو کے پیروکاروں سے دریافت کرنا چاہیے کہ ملالہ میں آخر کون سی خوبی ہے جس پر اس کے قصیدے پڑھے جا رہے ہیں؟ کس اعزاز کی بنا پر اسے نوبل انعام کے لیے نامزد کیا گیا؟ کس کارنامے پر عالمی فتنہ گروں نے اس پر انعامات کی بارش برسا دی؟ کون سا ایسا معرکہ سر کیا ہے جس کے عوض ملکہ برطانیہ اور صدر امریکا ملالہ کے صدقے واری جا رہے ہیں؟ ملالہ نے کیا چیز ایجاد کی کہ ورلڈ بینک کے پریذیڈنٹ سے لے کر اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل تک سب قارونوں نے اس کے لیے اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیئے؟

غیرت و حمیت اور حب الوطنی کے الفاظ سے چڑ کھانے والے ملالہ کے ہمدردوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ راجپال کے جانشینوں نے ملالہ کو اس کے لالچی باپ کے ذریعے استعمال کیا۔ اس سے کہلوایا گیا کہ رسوائے زمانہ ملعون سلمان رشدی کی کتاب ’’شیطانی آیات‘‘ کو آزادی اظہار کے نام پر قبول کیا جائے۔ پارلیمنٹ میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے والے متفقہ فیصلہ کو غلط قرار دیا جائے۔ اس نے اپنی کتاب میں جابجا اسلامی شعائر

کا مذاق اڑایا۔ پاک فوج اور آئی ایس آئی کو دہشت گردوں کا نہ صرف حامی بلکہ سرپرست قرار دیا۔ حالانکہ یہ وہی فوج ہے جس نے ملالہ اور اس کے خاندان کو طالبان سے نجات دلائی۔ سکول اور گھر واپس کروایا اور لاکھوں روپے امداد میں دیئے۔

مغربی سازش یہ ہے کہ ملالہ کو پاکستانی بچیوں کے لیے رول ماڈل کے طور پر پیش کیا جائے۔ ہمارے میڈیا نے اس گھناؤنی سازش میں بھرپور تعاون کیا۔ یاد رہے مغرب کی سیکس ماڈل (طوائف) میڈونا نے ملالہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنے برہنہ بدن پر ملالہ کا نام کندہ کروا کر جو واہیات ڈانس کیا۔ کیا ہماری بچیوں کو ملالہ کے ساتھ اظہار یکجہتی کے طور پر یہی کرنا چاہیے؟۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو ملالہ کے پروموٹرز اس کی ابتدا اپنے گھر سے کریں۔

ملالہ کے غم میں ہلکان ہونے والوں سے پوچھا جاسکتا ہے کہ کیا میڈیا نے گجرات کی اس بہادر خاتون سمیعہ نورین کو بھی کوئی ایوارڈ دینے کی تحریک چلائی جس نے سکول وین میں پھنسے بچوں کی زندگیاں بچاتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا اور شہید ہوگئی۔ معصوم لائبہ کے لیے میڈیا میں ایک منٹ کے لیے بھی بات نہ ہوئی جس کی ڈرون حملے میں ایک ٹانگ ضائع ہوگئی۔ میڈیا کو تو وہ نبیلہ بھی یاد نہ آئی جس کی دادی ڈرون حملے میں شہید ہوئی۔ گھر تباہ ہوگیا اور اس نے خوف زدہ ہوکر سکول جانا اور سہیلیوں سے کھیلنا ترک کر دیا۔ بولان میڈیکل کالج میں شہید ہونے والی بچیوں کو بھی میڈیا نے درخور اعتنا نہ سمجھا۔ میڈیا نے تو اس اندوہناک واقعہ پر بھی حسب معمول مجرمانہ خاموشی اختیار کی کہ سولہ سالہ عراقی عبیرہ جس نے برطانوی فوجیوں کی ہوسناک نظروں کے ڈر سے سکول جانا چھوڑ دیا تھا۔ بعد ازاں فوجیوں نے اسے اپنی جنسی درندگی کا نشانہ بناتے ہوئے پورے خاندان سمیت قتل کر دیا۔

کیا ملالہ کے پروموٹرز بتانا پسند فرمائیں گے کہ نفرت کی سیاہی سے لکھی جانے والی ملالہ کی کتاب ''آئی ایم ملالہ'' کے پس پردہ کونسی قوتیں کارفرما ہیں؟۔

☆...... سابق برطانوی وزیراعظم گورڈن براؤن نے ملالہ کی کتاب کی اشاعت میں مالی معاونت کیوں کی؟

☆...... پاکستان دشمن صحافی کرسٹینا لیمب نے کتاب کے اصل مسودہ میں کیا ردوبدل کیا؟

☆...... ملالہ بغیر سرکاری دستاویزات کے برطانیہ کیسے پہنچی؟

☆...... قادیانی جماعت کے خلیفہ مرزا مسرور کی ملالہ کے والد سے ملاقات میں کونسے خفیہ معاملات طے پائے؟

☆...... آزادی اظہار کے نام پر بدنام زمانہ گستاخ رسول ملعون سلمان رشدی کی وکالت کس کے ایماء پر کی گئی؟

☆...... پاک فوج بالخصوص آئی ایس آئی کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا میں کونسا خفیہ ہاتھ سرگرم رہا؟

☆...... ملالہ ڈرامہ سے اختلاف رائے رکھنے والوں کا یکطرفہ میڈیا ٹرائل کیوں ہوا؟

☆...... ملالہ کے لالچی والد نے اپنی بیٹی کے لیے ''آکٹوپس'' کا کردار کیوں ادا کیا؟

☆...... ملالہ کو کن یقین دہانیوں پر نوبیل انعام کے لئے نامزد کیا گیا؟

☆...... عالمی گلوکار بونو(Bono) کے ملالہ سے ''خصوصی تعلقات'' کیسے استوار ہوئے؟

☆...... یہ ہیں وہ سلگتے سوالات جن کے جوابات ملالہ کے ہمدردوں پر قرض ہیں۔

قادیانی ایشو پر قومی اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ

قاری محمد شاہ نقشبندی

قادیانی ایشو پر قومی اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ کو مولانا اللہ وسایا کتابی شکل میں شائع کر کے امت مسلمہ کے دلی شکریہ کے مستحق ہوگئے ہیں۔ آپ نے اس رپورٹ کے اوپن ہوتے ہی جس جس طرح اس کے حصول کی کوششیں کیں۔ یہ آپ کا ایمانی جذبہ اور منصب کا تقاضا تھا۔ آپ کی انتھک محنت اور کاوشیں قابل قدر ولولہ انگیز ہیں۔ اس رپورٹ کے اوپن ہونے کی سرگزشت ''لولاک'' کے اندر مولانا ہی کے قلم سے پڑھنے کو ملی۔ دل شوق سے لبریز ہوگیا۔ کتاب کی زیارت کی خواہش دل میں مچلنے لگی کہ جلد سے جلد ہاتھ لگ جائے۔ پردۂ غیب سے اس کی زیارت کا فوری انتظام ہوگیا۔ ایک کتاب شناس دوست از خود کتاب لے کر جامعہ سیدہ فاطمۃ الزہراء مراد پور میں آپہنچے اور کتاب بندہ کے حوالے کرتے ہوئے کہنے لگے: ''آپ کے ذوق کی چیز لایا ہوں۔'' سبحان اللہ! الحمدللہ! جزاہ اللہ تعالیٰ خیرا فی الدنیا والآخرۃ!

ایک نعمت غیر مترقبہ ہاتھ لگ گئی۔ پانچ جلدوں پر محیط کتاب اور میرے ذوق، میری تشنگی کی چاہت کہ ایک دم سے کتاب کو پی کر اپنی تشنگی کو سکون بخشا جائے۔ مگر ایسا ممکن نہ تھا۔ دن رات ایک کر کے کتاب کی پانچ جلدیں نظروں سے گذر گئیں۔ مرزا قادیانی کائنات کا بدترین انسان تھا۔ اس انگریز کے پٹھو نے امت مسلمہ کو شدید مشکلات اور مصائب سے دوچار کیا۔ مگر قربان جائیں ''النبی الخاتم ﷺ'' کے شیدائیوں پر کہ انہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ اہل علم نے اپنے علم کا نذرانہ پیش کیا۔ خطیبوں نے عوام کے دلوں کو گرمی عشق مصطفی ﷺ سے جوش دے کر اور ہمارے شعراء حضرات ختم نبوت اور عشق مصطفی ﷺ سے لبریز اشعار سامنے لاتے رہے اور امین گیلانی مرحوم کہتے رہے کہ پاؤں دھو کر پی لے گا گیلانی! اصدر اگر فرمائیں مرزا قادیانی کافر ہے۔ بالآخر یہ قربانیاں رنگ لائیں اور ''قادیانیت'' کے پوسٹ مارٹم کے لئے بہت ہی عمدہ جگہ کا انتخاب ہوا۔ ''قومی اسمبلی''۔

حزب اختلاف کے قائد حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے قومی اسمبلی میں قادیانی ایشو پر تحریک پیش کی۔ اسی طرح حضرت مولانا غلام ہزارویؒ نے اپنے گروپ کی طرف سے بھی تحریک پیش کی۔ قومی اسمبلی نے فتنہ قادیانیت کو اسمبلی میں زیر بحث لانے کی قراردادیں منظور کرلیں اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور وفکر شروع ہوا۔

قادیانیوں کے پوپ کو اسمبلی کے فلور پر لانے کے لئے پوری قومی اسمبلی کو کمیٹی کی شکل دینا پڑی اور قادیانی پوپ مرزا ناصر کو اپنے بابا کے جھوٹے اعلان نبوت کا دفاع کرنے کا پورا پورا موقع دیا۔ اپنے لاؤ لشکر کو ساتھ لے کر پوری قوت کے ساتھ آنجہانی مرزا قادیانی کی خود ساختہ نبوت کا دفاع کیا مگر نامراد لوٹا: ''یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا''

خوش نصیب وکیل اور پاکستان کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے اپنی کمال ذہانت، حاضر دماغی سے مرزا قادیانی پر تابڑ توڑ حملے کئے۔ اس کے مکر وفریب کا پول ممبران اسمبلی اور پوری دنیا کے سامنے رکھ دیا۔ یحییٰ بختیار

کو اس علمی، سیاسی بحث کے لئے اسمبلی کے قابل فخر ممبر حضرت مولانا مفتی محمودؒ، مولانا ظفر احمد انصاریؒ، مولانا غوث ہزارویؒ جیسے علماء کرام تیار کرتے رہے۔ ناصر اور یحیٰی بختیار کی بحث کے بعد حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے ممبران اسمبلی کے سامنے قادیانیوں کے وجوہ کفر کو اس طرز پر بیان فرمایا کہ سامعین عش عش کر اٹھے۔ اسی طرح مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے بھی بڑا علمی محضرنامہ پیش فرمایا۔ جسے مولانا عبدالحکیم نے اسمبلی میں پڑھ کر سنایا۔ وجدان کہتا ہے کہ قبروں میں شہدائے ختم نبوت کی ارواح نے جشن مسرت منایا ہوگا۔ بالخصوص محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ، محدث وفقیہ مفتی محمد شفیع عثمانیؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ارواح تو وجد میں آ گئی ہوں گی کہ ان کے شاگردوں نے اسمبلی کے فلور پر مرزا قادیانی کے پرخچے اڑا دیئے۔ جی چاہتا کہ چند اشعار کے ذریعہ ان تمام عشاقان نبی کو خراج عقیدت پیش کردوں:

اللہ اللہ کتنا اونچا ہے مقام مصطفیٰ
شاہ کا بھی شاہ ہوتا ہے غلام مصطفیٰ

اس کو دنیا کی کوئی طاقت مٹا سکتی نہیں
جس کے دل پر ہوگیا ہے نقش نام مصطفیٰ

کس لئے وہ ہاتھ پھیلائے کسی کے سامنے
آب کوثر کا اس ہے تشنہ کام مصطفیٰ

ذرہ ذرہ یہ گواہی دے رہا ہے دہر کا
اس جہاں میں سب سے افضل ہے مقام مصطفیٰ

انبیاء میں اولین ہیں، اور ختم المرسلین
ہے ازل سے تا ابد روح مقام مصطفیٰ

قومی اسمبلی کے سپیکر، معزز اراکین، قائد ایوان، سبھی نے اپنے غلام مصطفیٰ ﷺ ہونے کا ثبوت دیا اور بحث کے بعد وزیر قانون نے اسمبلی میں آئین کے اندر ترمیم کا اعلان کیا اور قائد ایوان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اس پر دستخط ثبت کرکے اپنی بخشش کا پروانہ حاصل کرلیا۔ ۱۹۷۴ء کی اس تحریک میں راقم الحروف نے بھی ایک ادنیٰ امتی کی حیثیت سے حصہ لیا۔ مانسہرہ میں ۱۹۷۴ء کی تحریک کے مناظر اب بھی آنکھوں کے سامنے پھرتے ہیں۔ مرکزی جامع مسجد کے خطیب مولانا عبداللہ خالد، جامع مسجد تاڑی کے خطیب مولانا عبدالحئی، معہد القرآن کے مدیر مولانا قاری فضل ربی، پروانہ ختم نبوت مولانا سید غلام نبی شاہ، قاضی خلیل احمد، مولانا سید نواب حسین شاہ۔ مگر مانسہرہ میں جب جلوس نکلتے تو مولانا غلام نبی شاہ اور جبوڑی کے جلوس کا انتظار ہوتا۔ جب جبوڑی کا جلوس آتا تو مانسہرہ کے در و دیوار بھی بولنے لگتے۔ یہ سب مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پروانے اپنے دل میں یہ عزم بالجزم کئے ہوئے ہیں:

عزم بالجزم

گردن طاغوت وباطل کو جھکایا جائے گا
خواجۂ کونین کا ڈنکا بجایا جائے گا

ہم کسی فرعون کی طاقت سے ڈر سکتے نہیں
تاج تمکنت کا حریفوں کو نچایا جائے گا

کررہے ہیں اہل ربوہ سازشوں پہ سازشیں
اب انہیں اسلام کے در پہ جھکایا جائے گا

قرن اول کی روایت کا پھریرا تھام کر
ارض پاکستان کو جنت بنایا جائے گا

ہم کسی بھی دشمن اسلام کے ساتھی نہیں
ہم جو کہتے ہیں وہ کرکے بھی دکھایا جائے گا

تحفظ ناموس ختم نبوت کا دفاع سنت صدیقی اور ہر مسلمان کی شرعی واخلاقی ذمہ داری ہے۔ جس پر جنگ یمامہ میں سات سو کے قریب صحابہ کرامؓ نے اپنی جان کی بازی لگا کر جام شہادت نوش کیا اور بیس ہزار سے زائد مرتدین کو فنا فی النار کر کے امت مسلمہ کے لئے ایک گرانقدر مثال اور قابل تقلید نمونہ پیش کر دیا کہ آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد جو دعویٰ نبوت کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کا وہی انجام ہوگا۔ جو مسیلمہ کذاب کا ہوا۔

آنحضرت ﷺ کی محبت مومن کی متاع ایمان ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ’’النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم‘‘ کہ نبی کریم ﷺ مومنوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ شمع نبوت پر مسلمان پروانہ وار اپنی جانوں کو نچھاور کرتے چلے آئے ہیں اور تا قیامت یہ جذبہ سلامت رہے گا۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی اس سلسلہ میں تمام مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

علماء ومشائخ عظام ختم نبوت کانفرنس

مورخہ ۲۵ جنوری کو علماء ومشائخ کانفرنس بمقام سرائے نورنگ جامع مسجد مجیدی رکھا گیا جس میں مرکزی قائد شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا اور صوبائی امیر مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی نے تاکید کی تھی کہ تمام جنوبی اضلاع (بنوں، لکی مروت، کوہاٹ، ٹانک، ڈیرہ اسماعیل خان، ہنگو، کرک) اور دیگر اضلاع کے تمام دینی مدارس کے شیوخ الحدیث، مدرسین اور عالمی مجلس کے کابینہ کے اراکین شریک ہو۔ چنانچہ ۲۵ رجنوری کو دونوں قائدین کا بنوں کی عالمی مجلس ختم نبوت کے ضلعی امیر مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی کی قیادت میں شاندار استقبال کیا۔ مجمع البحرین جیسا یہ عظیم قافلہ پہلے جامع مسجد حافظ جی پہنچا جہاں جامع مسجد حافظ جی کی نئی تعمیر کا سنگ بنیاد قائدین کی دست مبارک سے رکھا گیا اس کے بعد ریلی کی شکل میں اپنے دونوں قائدین کے ساتھ سرائے نورنگ (علماء ومشائخ کانفرنس) میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔ سرائے نورنگ اور بنوں کے مابین تمام دینی مدارس کے طلباء کرام دونوں قائدین کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ کانفرنس میں پہلا خطاب مولانا مفتی شہاب الدین کا ہوا جس میں انہوں تمام علماء سے فرمایا کہ ناموس رسالت کی خاطر تحفظ ختم نبوت کے لئے خصوصی طور سے طلباء کو تربیت دی جائے۔ مولانا اللہ وسایا نے کہا کہ اگر ختم نبوت ہے تو دین متین کی تمام اساسیات موجود ہوں گے۔ ختم نبوت نہیں تو دین کا کوئی شعبہ باقی نہیں رہے گا۔ کانفرنس کے اختتام پر سرائے نورنگ میں نومسلم قادیانیوں، مرزائیوں کی خیریت دریافت کرنے دونوں قائدین تشریف لے گئے۔ واضح رہے کہ اس کانفرنس کی خصوصیت اس سے بھی نمایاں ہے کہ پورے ملک کے اعتبار سے پہلی مرتبہ تمام جنوبی اضلاع کے شیوخ الحدیث صدر مدرسین اور عالمی مجلس کے ذمہ دار حضرات کا مشترکہ اجلاس ہوا جس سے انشاء اللہ العزیز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مزید ترقی کی راہوں پر گامزن ہوگی۔ مغرب کے بعد اپنے دونوں قائدین حضرات مفتی عظمت اللہ سعدی کے اصرار پر بنوں تشریف لائے۔ جہاں رات کو ملاقات کے لئے حضرت مولانا عبدالغفار قریشی، مولانا عبدالحسیب ناظم دفتر ختم نبوت وادارہ تحقیقات اسلامیہ اور ہر دلعزیز شخصیت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب موجود تھے۔ نماز فجر کے بعد مفکر ختم نبوت مولانا مفتی محمد شہاب الدین نے ایک رقت انگیز دعا فرمائی۔ دونوں قائدین ناشتہ کے بعد بخیر وعافیت واپس تشریف لے گئے۔

احتساب قادیانیت جلد ۵۳ کا مقدمہ

مولانا اللہ وسایا

الحمدللّٰہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۰ امابعد!

قارئین کرام! لیجئے!! اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے احتساب قادیانیت کی جلد ترپن (۵۳) پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں ذیل کی کتب ورسائل جات شامل ہیں:

۱...... **ختم نبوت:** یہ رسالہ حضرت مولانا محمد اعظمؒ گوندلوی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کا مرتب کردہ ہے۔ اس میں ختم نبوت کے دلائل قرآن وسنت سے بیان کئے گئے ہیں۔ آخر میں عقیدہ ختم نبوت کے بارہ میں مرزاقادیانی کے مؤقف کا ابطال کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ سب سے پہلے فروری ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا۔ اب اٹھاون سال بعد دوبارہ احتساب کی اس جلد میں محفوظ کیا جارہا ہے۔

۲...... **القول الصبیح فی حیات المسیح:** شیخ الحدیث مولانا عبدالستار دہلویؒ کا یہ رسالہ مرتب کردہ ہے۔ مکتبہ ایوبیہ کراچی نے اسے ۱۳۸۴ھ میں شائع کیا۔ اب ۱۴۳۴ھ میں گویا نصف صدی بعد اس جلد میں محفوظ کیا جارہا ہے۔ ''حیات مسیح علیہ السلام'' کے عنوان پر لائق تحسین مواد اس میں شامل ہے۔

۳...... **مرزائے قادیانی کی بدزبانی:** یہ رسالہ حضرت مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانیؒ کا مرتب کردہ ہے۔ مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانیؒ، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ کے ہمعصر تھے۔ سادات ہمدانیہ جو قصور وخیر پور ٹامیوالی میں آباد ہیں سید مبارک علی شاہ صاحبؒ ان کے جدّ اعلیٰ تھے۔

۴...... **مرزائیوں سے چند سوالات:** یہ رسالہ بھی حضرت مولانا سید مبارک علی ہمدانی قصوریؒ کا مرتب کردہ ہے۔

۵...... **مسلمانان عالم مرزائیوں کی نظر میں:** یہ رسالہ بھی حضرت مولانا سید مبارک علی ہمدانی قصوریؒ کا مرتب کردہ ہے۔

۶...... **قادیانی ہذیان:** یہ رسالہ حضرت مولانا عبدالغفور کلانوریؒ کا مرتب کردہ ہے۔ یہ رسالہ مولانا منظور الحق صاحب ناظم مستشار العلماء قصور نے اوّلاً ۱۳۵۲ھ میں گویا بیاسی سال پہلے شائع کیا تھا۔ اشاعت اوّل میں جو آپ نے تعارف لکھا وہ یہ ہے۔

''خدا جزائے خیر دے جناب مولانا عبدالغفور صاحب کلانوری مولوی فاضل وفاضل دیوبند کو جنہوں نے خلیفۂ قادیانی مرزامحمود کے فریب آمیز رسالہ ''سرزمین کابل میں ایک تازہ نشان کا ظہور'' کے جواب میں ایک کفر شکن رسالہ لکھا جس کا عنوان ہے ''قادیانی ہذیان'' فاضل مؤلف نے اس رسالہ میں ''آہ نادر شاہ کہاں گیا'' اور ''دوبکریاں ذبح کی جائیں گی'' وغیرہ مرزاقادیانی کی پیش گوئیوں پر زبردست تنقید فرماکر ثابت کیا ہے کہ مرزاقادیانی کی پیش گوئیوں کی حقیقت دجل وزور اور عیاری ومکاری کے سوا کچھ نہیں۔''

۷...... **خضری روحانی مشن اور مسئلہ ختم نبوت:** یہ رسالہ جناب غلام نبی میر ناسک راولپنڈی کا مرتب کردہ ہے۔ اپریل ۱۹۶۷ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ اب اس جلد میں محفوظ کیا جارہا ہے۔

۸...... **مرزائیت کے ناپاک ارادے، حکومت پاکستان اور مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ:** یہ رسالہ بھی جناب غلام نبی میر ناسک کا مرتب کردہ ہے۔

۹...... **بھیڑنما بھیڑیئے:** یہ رسالہ بھی غلام نبی میر ناسک کا مرتب کردہ ہے۔

۱۰...... **اظہار الحق، المعروف ردمرزائیت:** یہ رسالہ حضرت مولانا حکیم عبداللطیف صاحب کا مرتب کردہ ہے۔ اگلے نمبر پر مصنف کے متعلق مزید معلومات درج ہیں۔

۱۱...... **دعوت الحق رحمانی، بجواب نصرۃ الحق قادیانی:** یہ رسالہ بھی حضرت مولانا حکیم حافظ عبداللطیف ساکن چک نمبر۱۵۵ مندراں والی نزد ڈگری ضلع تھرپارکر کا مرتب کردہ ہے۔ سندھ تھرپارکر میں ایک قادیانی مبلغ تھے جن کا نام احمد علی تھا۔ جو قادیانی گروہ کے معروف مناظر تھے۔ قدرت حق نے احمد علی قادیانی کا ناطقہ بند کرنے کے لئے ڈگری ضلع تھرپارکر کے مولانا حکیم عبداللطیف صاحب کو کھڑا کردیا۔ آپ نے قادیانی مبلغ کی تحریر کا جواب تحریر سے، تقریر کا جواب تقریر سے، اور مناظرہ کے لئے دوبدو میدان کارزار میں قدم رکھا۔ قادیانیت کو ناکوں چنے چبوائے۔ اس قادیانی مناظر کی بولتی بند کی۔ سرعام اس کی بولو رام ہوگئی۔ وہ مبہوت ودم بخود ہوگیا۔ مولانا حکیم عبداللطیف صاحب نے ایک رسالہ ''خاتم النبیین'' لکھا۔ پھر حیات مسیح علیہ السلام پر ایک رسالہ ''اظہار الحق'' لکھا۔ قادیانی مبلغ احمد علی نے اظہار الحق کا جواب ''نصرۃ الحق'' کے نام سے تحریر کیا۔ اس قادیانی کا جواب ''دعوت الحق رحمانی، بجواب نصرۃ الحق قادیانی؟'' ہے۔ یہ رسالہ۱۹۵۳ء میں تحریر کیا گیا۔ تحریر سادہ مگر گرفت بہت مضبوط ہے۔ حق تعالیٰ مصنف رسالہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ نہ معلوم کیسے کیسے، فرشتہ سیرت، پاک باز لوگ قادیانیت کے مقابلہ کے لئے میدان میں اترے اور قادیانیوں کو سرعام شکست سے دوچار کیا۔ اسی منظر کا مظہر یہ رسالہ ہے۔ جو اس جلد میں شائع کیا جارہا ہے۔

۱۲...... **مرزائیت کا جال، لاہوری مرزائیوں کی چال:** مرزائی جماعت کے لاہوری گروہ کو لاہوری مرزائی کہا جاتا ہے۔ ان کا لاٹ پادری وجہنت محمد علی لاہوری تھا۔ جو دجل کرنے میں مرزا قادیانی کے بھی کان کترتا تھا۔ پتھرا اپنے گروسے بھی چار قدم آگے نکل گیا۔ اس لاہوری پتھر نے اپنے عقائد کی ایک فہرست شائع کی۔ یہ یک ورقی اشتہار قادیانی دجل کا شاہکار تھا۔ پنجاب کے معروف عالم دین، بزرگ رہنما، ونامور مناظر حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیرؒ ساکن بھیں ضلع چکوال نے اس یک ورقی اشتہار کا جواب لکھا۔ جسے انجمن حزب الاحناف لاہور نے شائع کیا۔ اس رسالہ پر نمبر۱۸ درج ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اس سے قبل بھی اس انجمن نے رسائل شائع کئے۔ ان میں قادیانیت کی پرتردید کتنے تھے۔ بعد میں کتنے شائع ہوئے۔ وہ سب مہیا کرنا۔ ردقادیانیت کے رسائل کو یکجا کرنا ایک محنت کا متقاضی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے توفیق بخشتے ہیں۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ فقیر راقم کو یہ رسالہ ملا جو اس جلد میں محفوظ ہوگیا۔ بھلے یہ کیا کم خدمت ہے۔ مولانا کرم الدین دبیرؒ ہمارے مخدوم یادگار اسلاف حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کے والد گرامی تھے۔ مولانا کرم الدین صاحبؒ کی مرزا قادیانی کے ساتھ عدالتی جنگ بھی رہی۔ سالہا سال

تک مقدمات چلتے رہے۔ مرزا قادیانی کو مولانا کرم الدینؒ کے ہاتھوں کس طرح رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ تاریخ کا ایک شاندار باب ہے جسے مولانا کرم الدین صاحب نے ’’تازیانہ عبرت‘‘ میں قلمبند کر دیا تھا۔ وہ کتاب بار بار کلوائی پڑھتا بھی رہا، جھومتا بھی رہا۔ لیکن آج محو حیرت ہوں کہ وہ ابھی تک کیوں شائع نہیں ہوئی۔ یہ رسالہ اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ ’’تازیانہ عبرت‘‘ نامی کتاب کسی دوسری جلد کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔

۱۳…… **دوستانہ نصیحت:** عبدالمجید نامی ایک شخص جو بھاگل پور کے رہنے والے تھے قادیانی ہوگئے۔ اسی قادیانی نے مرزا قادیانی کی تائید میں چند رسائل بھی لکھے جس کا جواب خانقاہ عالیہ مونگیر شریف سے شائع کیا گیا۔ عبدالمجید قادیانی کے رسائل اور ان کے جوابات پڑھ کر جناب علاؤالدین احمد بی۔اے، بی۔ایل بھاگل پوری نے دیرینہ شناسائی اور دوستی کی بنیاد پر عبدالمجید قادیانی کو ایک خط لکھا جسے دوستانہ نصیحت کے نام پر شائع کر دیا۔ قریباً ایک صدی پہلے کا یہ خط ہے جو اس جلد میں شائع کیا جارہا ہے۔ اس کا ایک آخری ورق کرم خوردہ تھا جو حصہ ناقابل استفادہ تھا اسے بیاض کی شکل میں چھوڑ دیا ہے۔

۱۴…… **امروہی کے شمس کا سفہ کا دائمی کسوف:** حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے مرزا قادیانی کے رد میں ’’شمس الہدایت‘‘ نامی کتاب تحریر کی۔ امروہہ کے ایک قادیانی نے بزعم خود شمس بازغہ کے نام پر اس کا رد لکھا۔ جونہی کتاب چھپ کر سامنے آئی اس کے ایک دو مباحث کی تردید میں فوری مولانا عبدالصمد سندوروی سیاحؒ نے یہ رسالہ تحریر کیا۔ جو اس جلد میں شائع ہورہا ہے پڑھیں کہ خوب منطقی طرز استدلال سے امروہہ کے قادیانی کا ناطقہ بند کیا ہے۔

۱۵…… **صحیفة الولاء النظر الیٰ دافع البلاء:** ہندوستان میں طاعون آیا۔ ملعون قادیان مرزا قادیانی نے معاذ اللہ! اسے اپنی نبوت کاذبہ کی دلیل قرار دیا اور اس پر ایک کتابچہ ’’دافع البلاء‘‘ نامی تحریر کیا۔ ایک قادیانی نے یہ رسالہ ملتان کے جناب واحد علی کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اپنے تاثرات قلمبند کئے۔ قادیانی نے کہا کہ اسے شائع نہ کرنا ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ شاید وہ پہلے شائع نہ کرتے مگر اس دھمکی کے بعد وہ اسے شائع کرنے کے درپے ہوئے۔ یہ رسالہ دراصل وہی خط ہے جو انہوں نے مرسل دافع البلاء کو بھیجا تھا۔ یہ خط ۱۵ر جولائی ۱۹۰۲ء کو بھیجا گیا۔ گویا اس رسالہ کی اشاعت کے بعد ملعون قادیان چھ سال زندہ رہا۔ مگر جواب کی جرأت نہ کر سکا۔ آج ۲۰۱۳ء ہے۔ ۱۹۰۲ء کی امانت ۲۰۱۳ء میں گویا ایک سو گیارہ سال بعد اس رسالہ کی اشاعت محض توفیق الٰہی ہی ہے اور بس…… آپ پڑھیں اور دیکھیں کہ ملعون قادیان کس طرح بخئیے ادھیڑے گئے ہیں۔

۱۶…… **نعم المعانی، تردید عقائد قادیانی (۱۳۴۲ھ):** ہائیکورٹ حیدرآباد دکن کے وکیل جناب عبدالرحیم سلیم کے دوست ایک قادیانی وکیل حافظ عبدالعلی تھے۔ دونوں مسافر بنگلہ محبوب آباد میں جمع ہوگئے۔ باتوں باتوں میں مرزا قادیانی کا تذکرہ آیا تو قادیانی وکیل عبدالعلی نے عقائد احمدیہ نامی کتابچہ پڑھنے کے لئے جناب عبدالرحیم سلیم وکیل ہائیکورٹ کو پکڑا دیا۔ انہوں نے اسے پڑھ کر قادیانی وکیل سے چند سوالات کئے۔ قادیانی وکیل نے ان سوالات کے جوابات پر مشتمل خط تحریر کیا۔ اس خط کا جواب الجواب جناب عبدالرحیم سلیم وکیل ہائیکورٹ نے لکھا تو یہ کتاب تیار ہوگئی۔ کتاب عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے اور مسلمان وکیل نے قادیانی وکیل کا کامیاب تعاقب

کیا ہے۔ کتاب کے نام سے ۱۳۴۲ھ سن اشاعت نکلتا ہے۔ ۹۲ سال بعد دوبارہ اس کتاب کی اشاعت محض توفیق ایزدی ہے۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔

۱۷…… حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر، مرزائیوں کی دھوکے بازیاں اور ان کا جواب: امرتسر میں اہل فقہ مکتبہ و پریس قائم تھا۔ وہاں سے اخبار اہل فقہ بھی جاری تھا۔ اخبار اہل فقہ کے ایڈیٹر مولانا غلام احمد امرتسریؒ تھے۔ قاضی فضل کریم لنڈا بازار لاہور کا ایک قادیانی تھا اس نے ایک مضمون ’’وفات مسیح علیہ السلام‘‘ پر لکھ کر اپنے دل کی کالک کاغذ پر بکھیری۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا غلام احمد امرتسریؒ کو توفیق دی انہوں نے اس اشتہار کا اس رسالہ کی شکل میں جواب دیا۔ یہ دسمبر ۱۹۱۲ء کی بات ہے۔ آج ۲۰۱۳ء ہے ایک صدی سے زائد کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت کی اس جلد میں اس کی اشاعت انعام و فضل الٰہی ہے۔

۱۸…… مصنوعی قادیانی کے اعمال جو سخت کاذب اور اکفر ہے: چکوڑی ضلع گجرات کے جناب مولانا محمد شفیق جو مولوی فاضل تھے انہوں نے مولانا سید پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ اور مرزا غلام قادیانی کے درمیان محاکمہ کے لئے یہ رسالہ تحریر کیا۔ جو ۱۸۹۹ء کے لگ بھگ کا ہے۔ موصوف نے اپنے مضمون کو خوب نبھایا ہے۔ اس جلد میں یہ رسالہ بھی شامل اشاعت ہے۔

۱۹…… رفع الالتباس، بحث اوّل متعلق بمسئلہ ملائکۃ: مرزا قادیانی کبھی ملائکہ کو کواکب کا اثر قرار دیتے ہیں، کبھی کچھ، کبھی کچھ۔ مرزا قادیانی کے اس عقیدہ باطلہ کے رد میں یہ رسالہ تحریر کیا گیا۔ مصنف کا نام اور تاریخ اشاعت نہ مل سکی۔ البتہ اتنا بوسیدہ کاغذ ہے کہ دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کم از کم ایک صدی قبل کا یہ رسالہ ہے۔ مصنف مرحوم خوب فاضل شخصیت ہیں کہ ملائکہ کے وجود پر قرآن و سنت کے دلائل بکثرت جمع کر دیئے ہیں۔ اخلاص کا یہ عالم ہے کہ اپنا نام تک نہیں لکھا۔ اس رسالہ کے احتساب کی جلد ہذا میں اشاعت پر بہت ہی خوشی محسوس کرتا ہوں۔

۲۰…… لاہور اور قادیان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جماعت احمدیہ کی خدمت میں ہمارا علمی ہدیہ: اس رسالہ کا دوسرا نام: ’’مسیح موعود کی پیش گوئی متعلقہ بمصلح مسیح موعود کی منصفانہ تحقیق‘‘

دسمبر ۱۹۴۴ء میں قادیانی ولاہوری گروپ کے قادیان ولاہور میں سالانہ جلسے تھے۔ اس موقعہ پر تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر شریف لاج امرتسر کے مہتمم حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ تھے جو امام اہل سنت تھے۔ دیوبند کے فاضل اور دار المبلغین لکھنؤ کے تربیت یافتہ تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے بعد برصغیر میں رد رفض پر سب سے زیادہ قلمی کام آپ نے کیا۔ آج بھی ان کی تحریرات وقیع کتب کی شکل میں علمی خزانوں کو سموئے ہوئے ہیں۔ آپ نے ۲۴ر دسمبر ۱۹۴۴ء کو یہ رسالہ شائع کیا۔ اس جلد میں اس کی اشاعت اللہ رب العزت کا ہمارے لئے انعام ہے۔

۲۱…… آنجہانی مرزا قادیانی کے سولہ سفید جھوٹ: حضرت مولانا خدا بخشؒ صاحب شجاع آبادی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے فاضل اجل خطیب تھے۔ رد قادیانیت کے موضوع پر ان کی بڑی مضبوط گرفت تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت ڈیرہ غازیخان، بہاول پور، چنیوٹ، چناب نگر، بہاولنگر میں خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے یہ رسالہ تحریر کیا جس میں مرزا قادیانی کے سولہ جھوٹ جمع کئے۔ اس جلد میں اس رسالہ کی اشاعت فقیر کے لئے ذاتی خوشی کا باعث ہے کہ اپنے ایک بھائی کے رشحات قلم محفوظ کرنے کی اللہ رب العزت نے توفیق بخشی۔

۲۲...... قادیانی دنیا کا چیلنج، پانچ سوال اور پانچ ہزار روپیہ نقد انعام: مولانا تاج الدین خان لبسل گجرات کے رہنے والے تھے۔ پھر سندھ پڈعیدن میں جاکر رہائش اختیار کی۔ جمعیت علماء اسلام ضلع خیر پور سندھ کے نائب امیر بھی رہے۔ بہت ہی بہادر اور متحرک عالم دین تھے۔ آپ کا یہ رسالہ اس جلد میں اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔ فلحمدللہ تعالیٰ!

غرض احتساب قادیانیت کی جلد ہذا (یعنی ترپن (۵۳) جلد) میں ۱۷ حضرات کے ۲۲ رسائل وکتب محفوظ ہوگئے ہیں جن کی فہرست پر ایک بار پھر نظر ڈالیں۔

۱......	حضرت مولانا محمد اعظم گوندلوی ؒ	کا	۱	رسالہ
۲......	حضرت مولانا محمد ایوب دہلوی ؒ	کا	۱	رسالہ
۳......	حضرت مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانی ؒ	کے	۳	رسائل
۴......	حضرت مولانا عبدالغفور کلانوری ؒ	کا	۱	رسالہ
۵......	جناب غلام نبی میر ناسک ؒ	کے	۳	رسائل
۶......	مولانا حافظ حکیم عبداللطیفؒ مندراں والی	کے	۲	رسائل
۷......	حضرت مولانا کرم دین دبیر ؒ	کا	۱	رسالہ
۸......	جناب علاؤالدین احمد بی۔اے، بی۔ایل	کا	۱	رسالہ
۹......	مولانا عبدالصمد سندوروی سیاح ؒ	کا	۱	رسالہ
۱۰......	جناب واحد علی ملتانی ؒ	کا	۱	رسالہ
۱۱......	جناب عبدالرحیم سلیمؒ وکیل ہائیکورٹ دکن	کا	۱	رسالہ
۱۲......	مولانا غلام احمد امرتسری ؒ	کا	۱	رسالہ
۱۳......	مولانا محمد شفیق گجراتی ؒ	کا	۱	رسالہ
۱۴......	نامعلوم مصنفؒ	کا	۱	رسالہ
۱۵......	حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری ؒ	کا	۱	رسالہ
۱۶......	حضرت مولانا خدا بخش شجاعبادی ؒ	کا	۱	رسالہ
۱۷......	مولانا تاج الدین خان لبسل سندھی ؒ	کا	۱	رسالہ

گویا ۱۷ حضرات کے کل ۲۲ رسائل وکتب

احتساب قادیانیت کی جلد (۵۳) میں شامل اشاعت ہیں۔ حق تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔

آمین ۔ بحرمۃ خاتم النبیین! محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا!

۶ر رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ، بمطابق ۱۶ر جولائی ۲۰۱۳ء

فتنہ کادیانیت اور اسلامی اصطلاحات

قسط نمبر:5 مولانا شاہ عالم گورکھپوری نائب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند

باب دوم ...... میڈیا میں اسلامی تعبیرات اور فتنہ کادیانیت

مرزا کادیانی نے جب انگریزوں کے اشارے پر فتنہ کادیانیت (نہ کہ قادیانیت) کو جنم دیا تو اس نے اپنی مکروہ تحریک کو فروغ دینے کے لئے اُن اسلامی اصطلاحات کے استعمال کا سہارا لیا جن سے غیر شعوری طور پر حق و باطل کا امتیاز اٹھ جائے یا کم از کم اتنا تو ضرور ہو جائے کہ عوام الناس شبہ میں پڑ جائیں کہ حق کیا اور باطل کیا ہے۔

کادیانیوں کی منصوبہ بند سازش

اس حقیقت کے اعتراف کے باوجود کہ کادیانیت یعنی مرزا غلام احمد کادیانی کی تعلیمات و ہدایات کا مسلمانوں سے یا دین اسلام سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں، آپ دیکھیں گے کہ کادیانی ہمیشہ خود کو مسلمان ہی کہلانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ایک طرف مسلمانوں کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے بغاوت کا جھنڈا بلند کر کے مرزا کادیانی کی ”خود ساختہ نبوت و مہدویت“ کو مدار نجات مانتے ہیں اور دوسری طرف اپنی نوزائیدہ تحریک کے لئے زبان و اصطلاح وہ استعمال کرتے ہیں جو قدیم زمانے سے مسلمان استعمال کرتے چلے آئے ہیں تا کہ حقیقت سے ناواقف مسلمانوں کا فکر و شعور یک لخت کادیانی تحریک کی نسبت بدظنی کی طرف مائل نہ ہو۔اسلامی اصطلاحات اور مسلمانوں کی زبان کا استعمال، کادیانیوں کا وہ مضبوط اور منصوبہ بند ہتھیار ہے جس کے ذریعے وہ مسلمانوں کو بڑی آسانی سے اپنا شکار بنا لیتے ہیں۔

کادیانی سازش کا توڑ

فتنہ کادیانیت کی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے اس حقیقت کو خوب سمجھتے ہیں کہ اگر کادیانیوں کا رابطہ مسلمانوں کی زبان و اصطلاح سے توڑ دیا جائے تو یہ اپنی موت آپ مر جائیں گے کیوں کہ زبان و اصطلاح میں فرق پا کر ایک ناخواندہ مسلمان بھی مسلمانوں کا لبادہ اوڑھنے والے کادیانی بھیڑیے کی آواز کو اپنی فطری قوت سے محسوس کرے گا اور کسی شک و شبہ میں پڑے بغیر بڑی آسانی سے خود کو محفوظ رکھنے کے سامان فراہم کر لے گا۔ہر مسلمان کے اندر خداداد ایمانی غیرت و حمیت ہوتی ہے، کادیانیوں کی آواز پہچان لینے کی صورت میں مسلمان خود اپنی اندرونی قوت کی بنیاد پر کادیانی فتنہ سے بچاؤ اور اپنے ایمان کی حمایت و حفاظت ایسے ہی کرے گا جیسے کہ ہندو یا عیسائی سے کرتا ہے کسی خارجی قوت و سہارے کی اُسے بہت کم ضرورت ہوگی۔

کادیانیوں کے منشاء کے مطابق کادیانی فتنہ کے آغاز سے ہی علماء امت کی کوشش رہی ہے کہ کادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین ویسا ہی خط امتیاز قائم کیا جائے جیسا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین ہے۔تا کہ معاشرت، عبادات، طرز عبادات، حتیٰ کہ مذہبی اصطلاحات اور زندگی کے ہر ہر معاملے میں دونوں کو ایک دوسرے کی شناخت میں کوئی

دشواری نہ ہو، چنانچہ یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان یا عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان یہ خط کھنچ جانے کے بعد کوئی مسلمان کسی عیسائی کے معبد کو مسجد یا کوئی عیسائی کسی مسلمان کے معبد کو چرچ کبھی نہیں کہتا۔ کیوں کہ جب نبی اور مذہب الگ تو مذہبی اصطلاحات وزبان بھی الگ ہوگئیں۔ عیسائی اپنے معبد کا نام چرچ رکھتا ہے تو مسلمانوں نے بھی اُسی نام سے اُس کو یاد کیا۔ مسلمانوں نے اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھا تو عیسائیوں نے بھی اس کو قبول کیا گویا آپس میں ایک دوسرے سے امتیازی سرحد قائم کرنے میں دونوں کی باہمی کوششوں کا دخل ہے اور مذہبی معاملات میں دونوں ایک دوسرے سے ممتاز وعلیحدہ رہنے میں ہی خوش ہیں اور اسی میں اپنی خوشگوار زندگی تلاش کرتے ہیں۔ لیکن یہودیوں اور عیسائیوں کے برعکس کادیانیوں کی ایک دوسری خطرناک پالیسی یہ بھی ہے کہ اگرچہ انھوں نے از خود مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کی اور طرفہ تماشہ یہ کہ صرف اور صرف ہندستان پر قابض انگریزی حکومت کو استحکام بخشنے کی خاطر مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کی، پھر بھی وہ مسلمانوں میں ہی گھلا ملا رہنا چاہتے ہیں۔ علیحدگی کے باوجود مسلمانوں سے دوری اور امتیازی سرحد گویا اُن کے لئے موت اور مٹ جانے کے مترادف ہے۔

مرزا کادیانی کا مسلمانوں سے علیحدگی کا اعلان

امر واقعہ یہ ہے کہ ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۴ء کے مابین سب سے پہلے اسلام مخالف نظریات وخیالات اپنا کر خود مرزا کادیانی نے اسلام اور مسلمانوں سے اپنا راستہ الگ کیا۔ آہستہ آہستہ اس کے کفریہ خیالات اور انگریز نوازی کے حقائق سے آگاہی کے بعد مسلمانوں نے بھی مذہب اسلام سے مرزا کادیانی کی علیحدگی کو تسلیم کرلیا اور اس کو اسلام سے خارج مان لیا۔ کچھ دنوں کے بعد دسمبر ۱۸۸۸ء میں مرزا نے یہ بھی اعلان کردیا کہ اس کے ماننے والے مرزائی الگ اور اس کے نہ ماننے والے مسلمان الگ، چنانچہ دونوں کے مابین حد فاصل قائم کرنے کے لئے اس نے اپنے ماننے والوں کا نام مسلمانوں سے الگ تجویز کرکے "احمدی" رکھا۔

اس دوران ۱۸۹۰ء سے مسلمانوں کو محض علمی مسائل میں الجھائے رکھنے کی خاطر سابقہ مدعیان مہدویت و مسیحیت، بطور خاص بہاء اللہ ایرانی اور سید محمد جونپوری کے دعاوی سے سرقہ کرکے کبھی حیات ووفات عیسیٰ کا مسئلہ اور کبھی خود کے مہدی ہونے کا اور کبھی ظلی نبی اور محدث ہونے کا مسئلہ بھی چھیڑتا رہا لیکن یہ دعاوی منزل مقصود یا منزل کا آخری پڑاؤ نہ تھے، اسی لئے اپنی علیحدگی اور اپنی جماعت کی مسلمانوں سے علیحدگی کے اعلان کے بعد تیسرے مرحلے میں اس نے یہ قدم بھی اٹھایا کہ اپنا نام بھی الگ تجویز کرلیا اور ۱۹۰۱ء میں واضح لفظوں میں یہ اعلان کردیا کہ اب اسے محمد ﷺ کا "امتی" کہنے کی بجائے "صاحب شریعت نبی" کہا جائے۔ اور اس طرح اس نے اُس حد کو عبور کرلیا جس کے بعد اب کسی جہت سے بھی اسلام اور مسلمانوں سے اس کا یا اس کی خود ساختہ جماعت کا واسطہ نہیں رہ جاتا۔ اور یہی وہ آخری منزل تھی جس کے لئے کبھی خادم اسلام، کبھی مجدد، کبھی محدث، کبھی عیسیٰ ابن مریم، کبھی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو مردہ ثابت کرکے خود ہی عیسیٰ ابن مریم بن جانے اور کبھی مہدی ہونے اور کبھی ظلی بروزی نبی ہونے کے تانے بانے ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۰ء تک بنے جاتے رہے۔

اب نجات کا مدار مرزا کادیانی

انگریزی نبوت کے اعلان کے بعد پھر حیثیت اور مقام ومرتبہ میں تبدیلی آنی ہی تھی چنانچہ یہاں بھی اس نے خود

کو اسلام اور مسلمانوں سے الگ کرلیا اور یہ اعلان کیا جو حیثیت مسلمانوں میں محمد ﷺ کی ہے کہ جو اُن کو مدار نجات مانے وہی مسلمان کہلائے گا، اب وہی حیثیت کادیانی تحریک میں مرزا کی رہے گی کہ جو اسے مدار نجات مانے صرف وہی کادیانی کہلائے گا اور صرف اسے ہی نجات ملے گی۔ اور اگر کوئی شخص اُن نظریات و خیالات کو مانے جو مرزا نے اختراع کئے ہیں لیکن مرزا کو نہ مانے بہاء اللہ یا کسی اور کو مانے تو نہ وہ نجات پائے گا اور نہ ہی وہ ''احمدی، کادیانی'' کہلائے گا۔ ان حقائق کو مختصراً ذرا مرزا کادیانی کے الفاظ میں بھی ملاحظہ کرتے چلئے تا کہ دعویٰ محض دعویٰ نہ رہ جائے۔ ایک اشتہار ''معیار الاخیار'' میں مرزا کادیانی نے الہام کے نام پر اپنا ایک ''اشلوک'' اس طرح لکھا ہے:

''جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا اور صرف تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔'' (اشتہار معیار الاخیار صفحہ ۸ مطبوعہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء مجموعہ اشتہارات ص ۲۷۵ ج ۳)

اس کے بعد دسمبر ۱۹۰۰ء میں اپنے خود ساختہ نظام کو ''شریعت'' اور ہذیان کو ''وحی'' اور دام اُفتادہ مرزائیوں کو ''اُمت'' سے تعبیر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالك ازکی لھم براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گذر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ (اربعین، خزائن جلد ۱۷ ص ۴۳۵ دسمبر ۱۹۰۰ء)

مذکورہ بالا عربی عبارت بقول مرزا کادیانی، قرآن کی آیت نہیں ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ اسے کیا کہا جائے تو اُس کا جواب واضح ہے کہ اُسے مرزائی الہام یا مرزائی وحی کی بجائے مرزائی ''اشلوک'' کہا جائے یا ''منتر'' کہا جائے، اُس میں لفظ ''قل'' سے امر یعنی حکم کا پتہ تو چلتا ہے لیکن ''نہی'' یعنی منع کس لفظ سے معلوم ہوتا ہے یہ معمہ تو مرزائیوں سے حل کیجئے گا، البتہ اس کے بعد ''امر و نہی'' پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے اپنی ہفوات و خرافات کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے تشبیہ دیکر خود کو کس طرح ''مدار نجات'' منواتا ہے وہ بھی پڑھتے چلئے: ''اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا'' (حاشیہ اربعین ص ۴۳۵)

مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی میں جلسہ سیرت النبیؐ

۱۲ ربیع الاول بعد نماز عشاء جامع مسجد ختم نبوت میں ایک عظیم الشان جلسہ سیرت النبی ﷺ منعقد ہوا۔ جس میں مولانا محمد وسیم (مبلغ مجلس)، مولانا غلام مصطفیٰ اور مولانا قاری علیم الدین شاکر نے بیان فرمایا۔ جس میں سیرت کے مختلف پہلوؤں اور عقیدۂ ختم نبوت کو بہت اچھے انداز میں بیان فرمایا۔ ۱۵ ربیع الاوّل بروز جمعۃ المبارک جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن چناب نگر میں ۳۹واں عظیم الشان جلسۂ سیرت النبی ﷺ منعقد ہوا۔ جس میں مولانا محمد وسیم، مولانا غلام رسول دین پوری، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا عبدالشکور حقانی، مولانا غلام مصطفیٰ کے بیانات ہوئے۔ خطبہ اور نماز جمعۃ المبارک کے فرائض مولانا دین پوری نے سرانجام دیئے۔

تبصرہ کتب

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے......ادارہ !

مجلّہ صفدر کا دین پوری نمبر: مرتب: مولانا حمزہ احسانی: صفحات:۶۷۲: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: مجلّہ صفدر، مکان نمبر۴ گلی نمبر۸۲ محمود اسٹریٹ محلّہ سردار پورہ اچھرہ لاہور!

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دین پوری تبحر عالم دین۔ نامور مفتی اور ماہر مدرس تھے۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں دارالافتاء کے سینئر مفتیان کرام میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ حال ہی میں کراچی میں انہیں شہید کر دیا گیا۔ آپ کی شخصیت پر اتنا جلدی اور جامع نمبر شائع کرنے پر مرتب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس ضخیم نمبر کو دس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر باب اپنے اندر معلومات کا دریا لئے ہوئے ہے۔ حق تعالیٰ ان دوستوں کو اسی طرح کی مثبت کوششوں کی توفیق نصیب فرمائیں۔

شرح صحیح مسلم جلد۱ و جلد۲: مرتب: استاذ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی: صفحات: جلد۱:۵۷۰، جلد۲:۵۲۸: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ خیبر پختونخواہ!

صحاح ستہ میں دوسری اہم کتاب صحیح مسلم شریف ہے۔ اس کی عربی میں شروح نامور شیوخ وائمہ حدیث سے معرض وجود میں آچکی ہیں۔ ان میں فتح الملہم اور اس کے تکملہ کو انگوٹھی میں نگینہ کی حیثیت حاصل ہے۔ ہمارے اکابر علماء دیوبند کی کتب احادیث پر اردو میں بھی بہت ساری شروح منظر پر آچکی ہیں۔ لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ آج تک اردو میں مسلم شریف کی شرح کی کوئی مکمل شرح موجود نہیں تھی۔ ضرورت تھی کہ اکابر علماء حق کی تحقیقات پر مشتمل مسلم شریف کی شرح وترجمہ بھی منظر عام پر آئے۔ اس کام کے لئے اللہ رب العزت نے حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کو منتخب فرمایا۔ آپ نے اس کام کا آغاز کیا تو اس وقت دو جلدیں سامنے ہیں۔ مولانا کے اخلاص کو حق تعالیٰ نے شرف قبولیت سے سرفراز کیا ہے۔ پہلی جلد مقدمہ مسلم شریف کی شرح پر مشتمل ہے۔ جس کے ۵۷۰ر صفحات ہیں۔ دوسری جلد راویان مقدمہ مسلم کے حالات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جس کے ۵۲۸ر صفحات ہیں۔ کتاب طباعت کے اعلیٰ معیار پر شائع کی گئی ہے۔ جلد بندی کو دور سے دیکھیں تو بیروت کی اعلیٰ جلدوں سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ مولانا عبدالقیوم حقانی کی یہ تصنیف فتح الملہم کی تمام تحقیقات کو اردو کا جامہ پہنا دے گی۔ زہے نصیب! دیگر تمام شروحات سے بھی استفادہ کی جھلک نظر آتی ہے۔ غرض اردو زبان میں مسلم شریف کی اتنی اعلیٰ ومعیاری شرح کا جو کام حضرت مولانا حقانی صاحب مدظلہ نے شروع کیا ہے۔ اساتذہ حدیث وطلباء سب کے لئے برابر انعام خداوندی ہے۔ یہ شرح اتنی معیاری ہوگی کہ آنے والی نسلیں اس سے بھرپور استفادہ کریں گی۔ حضرت مولانا کو اللہ تعالیٰ نے خیر کی توفیق سے نوازا ہے۔ امید ہے کہ یہ شرح بہت جلد مکمل ہو جائے گی۔ اللہ رب العزت اس کی تکمیل ہم مسکینوں کے جیتے جی کر دیں تو بہت ہی خوشی ہو۔ جو صاحب پڑھیں گے انشاء اللہ! ہزاروں خوشیاں محسوس کریں گے۔

بتاریخ 12 اپریل 2014
بروز ہفتہ
بعد نماز مغرب
تاریخی
عظیم الشان
ختم نبوۃ کانفرنس
جامعہ مدنیہ جدید
رائے ونڈ
لاہور
زیر صدارت
حضرت اقدس شیخ الحدیث
مولانا عبدالمجید لدھیانوی
دامت برکاتہم
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور

بتاریخ 27 مارچ 2014
بعد نماز عشاء
بروز جمعرات
تاریخی
عظیم الشان
ختم نبوۃ کانفرنس
ارائیں چوک
ٹاؤن شپ
لاہور
زیر صدارت
حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف
شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور

اسلام زندہ باد

فرما گئے یہ ہادیؐ لانبی بعدی

تاجدار ختم نبوت زندہ باد

بمقام چمن پارک ہری پور ہزارہ

دوسری سالانہ ختم نبوّۃ کانفرنس

صبح 10:00 تا نماز عصر

23 مارچ 2014 بروز اتوار

مہمان خصوصی
شاہین ختم نبوۃ
حضرت مولانا
اللہ وسایا صاحب
مرکزی رہنما

زیر صدارت
حضرت مولانا
خواجہ خلیل احمد صاحب
مدظلہ العالی
خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

مہمان خصوصی
حضرت مولانا
محمد الیاس گھمن صاحب

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت
ہری پور

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

ہارٹ سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی زیرنگرانی

سرگودھا میں

خاتم النبیین ﷺ میڈیکل کمپلیکس

(ہارٹ سنٹر) کی تعمیر شروع ہے

ایمان کے لٹیروں سے ایمان بھی بچایئے اور رقم بھی

کوشش ہماری تعاون مسلمانوں کا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

خالصۃً اسلامی رفاعی خیراتی ادارہ

واقع برلبِ نہر مرکز سراجیہ جناح کالونی سرگودھا

- غریب۔ لاچار۔ معذور کا علاج مفت
- زکوٰۃ۔ صدقات۔ عشر عطیات کا صحیح مصرف
- ہارٹ کارڈیالوجی کی تمام مشینری کا انتظام ہوگا

- 50 کمروں پر مشتمل عمارت تقریباً مکمل ہو چکی ہے
- کل خرچہ کارڈیالوجی مشینری کیلئے تقریباً 8 کروڑ روپے ہے
- ٹرسٹ اکاؤنٹ میزان بنک یونیورسٹی روڈ سرگودھا 1401-0101239973

سامان کی شکل میں سیمنٹ۔ سریا۔ بجری۔ اینٹ اور نقدی کی شکل میں ہر مسلمان اپنا حصہ ڈالے
اور مسلمانوں کے ایمان کو بچانے کا ذریعہ بنے

انٹرنیشنل اکاؤنٹ نمبر: PK35MEZN0014010101239973

رابطہ۔ **مولانا اکرم طوفانی** 0300-9606593, 0321-9601521

ہر شخص موقع پر جا کر معائنہ کر سکتا ہے